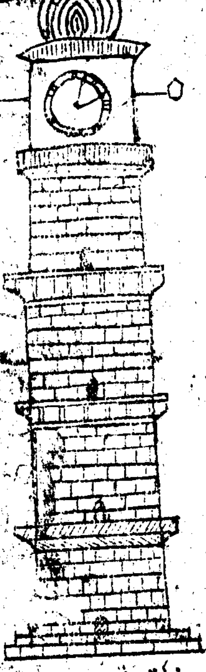
رجسٹرڈ ایل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ



مینارۃ المسیح الموعود

الحکم

۲۹ ذی قعدہ سنہ ۱۳۲۰

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۸ | دار الامن والامان قادیان ۲۸ فروری سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

کلمات طیبات

حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۵ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو حضرۃ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت سیر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی
(ایڈیٹر)

دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب دعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے بعض ایسے ہیں جو سرے سے **دعا** کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں انکی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آداب الدعا کی ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں اسلیے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہونچا دیا ہے۔

دعا کے لیے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالےٰ پر یہ سوءظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اسقدر دعا کی گئی ہے کہ جب مقصد کا شگوفہ سر سبز ہونے کے قریب ہوتا ہے دعا کرنیوالے تھک گئے ہیں جسکا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے۔ اور اس نامرادی نے یہانتک بڑا اثر پہونچایا ہے کہ پھر **دعا** کے تاثیرات کا انکار شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوتا تو اسقدر عرصہ دراز تک جو دعا کی گئی ہے کیوں قبول نہ ہوئی۔ مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانیوالا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلوّن کو سوچے تو اسے معلوم ہو جائے کہ یہ ساری نامرادیاں اسکی اپنی ہی جلد بازی اور شتابکاری کا نتیجہ ہیں جنہیں خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنیوالی مایوسی بڑھ گئی۔ ہمیں کبھی تھکنا نہیں چاہیے۔

دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسی ایک زمیندار باہر جاکر اپنے کھیت میں ایک بیج بوآتا ہے اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا اسوقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشو و نما پاکر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودہ کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودہ بننے لگتا ہے اور طیار ہوتا رہتا ہے یہانتک کہ اسکا سبزہ اوپر نکل آتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اسکو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جسوقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی طیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی۔ اور اب جبکہ اسکا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا لیکن ایک نادان بچہ اسوقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اسکو اپنے وقت پر پھل لگے گا وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں اسی وقت اسکو پھل نہیں لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اسکے پھل کا کونسا موقع ہے وہ صبر سے اسکی نگرانی کرتا اور غور پرداخت کرتا رہتا ہے اور اسطرح جبر وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اسکو پھل لگتا اور وہ پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال **دعا** کا ہے

اور بعینہ اسیطرح دعا نشو و نما پاتی اور ثمر ثمرات ہوتی ہے جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔

یہ سچی بات ہے کہ **دعا** میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جنکی ناواقفیت کیوجہ سے دعا کرنیوالے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ انکو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے حالانکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔

دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشو و نما کیطرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پوری میعاد گذرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنیکے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔

مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدت حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لیے پہلے ایک موت خود اسکو قبول کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔

اسیطرح دعا کرنے والے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلوّن اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی آخر آخر وہ زمانہ آ جاتا ہے اور دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونیکا وقت پہونچ جاتا ہے جبکہ گویا **مراد** کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔

دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہونچایا جاوے جہاں پہونچکر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے جسطرح آتشی شیشی کے نیچے کپڑا رکھدیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آ کر جمع ہوتی ہیں اور انکی حرارت وحدت اس مقام تک پہونچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے پھر یکایک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اسیطرح ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہونچکر جہاں اسمیں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دیوے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے۔

پیداست نعرہ اش کہ بلند است جناب

مدۃ دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے آخر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اسپر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب ملجاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لیے جاتا ہے اور نہایت عاجزی اور اضطراب سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور سوال کیے ہی جاتا ہے تو آخر اسکو بھی کچھ شرم آ ہی جاتی ہے خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے تو کیا دعا کرنے والے کو کم از کم ایک معمولی سائل جتنا استقلال بھی نہیں ہونا چاہیے اور خدا تعالیٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اسکا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اسکا انجام بد نہیں کرتا۔ اگر انجام بد ہو تو اپنے ظن سے ہوتا ہے جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ کیوں پیدا نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوا کھالے تو اسوقت کیا بچہ پیدا ہوگا یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہوگی۔ اسیطرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے اور نہ نرا نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچاتا ہے بعض ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا اسکی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی اسنے کہا کہ اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کی تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی اور اسطرح وہ دہریہ ہو گیا۔ لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اسکا ایمان بڑھتا ہے اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے زمین کی دولتیں خدا تعالیٰ کے آگے کیا چیز ہیں وہ ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے کیا دیکھا نہیں کہ اسنے اس قوم کو جسکو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کو انکا تابع فرمان بنا دیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے اور خدا تعالیٰ کا ہو جاوے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور وفادار ہو کر دکھلائے دل متزلزل نہ ہو۔ اور اسمیں کوئی آمیزش ریاکاری اور شرک کی نہ ہو **ابراہیم** علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اسکو ابو الملۃ اور بانی الحنفاء قرار دیا اور خدا تعالیٰ نے اسکو اسقدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آ سکتیں وہ یہی صدق اور اخلاص تھا۔ دیکھو **ابراہیم** علیہ السلام نے بھی ایک دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہو گئی ابراہیم کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورۃ میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتے اور اپنے آپکو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ تکالیف انکو کوئی نور نہیں بخشتی اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان انکو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت انکی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جسکو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر انکی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لیے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا **لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی** یعنے اللہ تعالیٰ کو تمھاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہونچتا بلکہ تقویٰ پہونچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہونچتا بلکہ تقویٰ پہونچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اسیطرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟ اسکا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں انکو روح نہیں ملتی اور اسمیں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں ہو سکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اسمیں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔

روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے۔ اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اسکو رونا آ ہی جاوے گا۔ اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔

اسیطرح نماز کی جسقدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اسکے ساتھ ہی

روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جسقدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسیقدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے اسلیے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے جب انسان نیازمندی کے انتہائی مقام پر پہونچتا ہے تو اُسوقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے کتّے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اُس کے پاؤں پر اپنا سر رکھدیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے اثر ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے۔ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر ہمیں بھی شک نہیں کہ قلب تمام سیاستی جسم کے لیے ایک انجن ہے۔ اسکے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔ غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں روح میں جب عاجزی پیدا ہوتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے اس لیے جب روح میں واقعی عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے اسلیے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو اگرچہ اسوقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ اسکا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی روح میں وہ نیازمندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمکو نمازوں میں لذت نہیں آتی مگر وہ نہیں جانتے کہ لذت اپنی اختیار میں نہیں ہے اور لذت کا معیار بھی الگ ہے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذۃ ہی سمجھ لیتا ہے دیکھو ٹرانسوال* میں جو لوگ لڑتے ہیں۔ باوجودیکہ انمیں جانیں جاتی ہیں اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں مگر قومی حمیت اور پاسداری انکو ایک لذۃ اور سرور کے ساتھ موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔

باقی آئندہ

ایک [illegible] حضرت اقدس علیہ السلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

۱۵ فروری کی سیر

اعلیٰ حضرت [illegible] علیہ الصلوٰۃ [illegible] ہو اس شخصکو پورے طور پر تسلی ہو جاوے اس لیے اسکی ہر بات اور ہر ایک اعتراض کو نہایت توجہ سے سُنکر اسکا مبسوط جواب فرماتے آج جب آپ سیر کو تشریف لے چلے تو حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ سے سلسلہ تقریر شروع ہوا رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔

فرمایا کہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے ...... کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت آپ سے بھی بڑھی ہوئی تھی۔ یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے کیونکہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کو یہ ارشاد ہوا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تو اسپر ایمان نہیں لاتا۔ اگرچہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام نے اسکا جواب یہی دیا کہ بَلٰی ہاں میں ایمان لاتا ہوں مگر اطمینان قلب چاہتا ہوں لیکن آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا سوال نہ کیا اور نہ ایسا جواب دینے کی ضرورۃ پڑی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے ہی سے ایمان کے انتہائی مرتبہ اطمینان اور عرفان پر پہونچے ہوئے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ادبنی ربی فاحسن ادبی تو یہ آیت آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے ہاں ہمیں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی ایک خوبی اس سے پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا اولم تؤمن تو اُنھوں نے یہ نہیں کہا کہ میں اسپر ایمان نہیں رکھتا بلکہ یہ کہا کہ ایمان تو رکھتا ہوں مگر اطمینان چاہتا ہوں پس جب ایک شخص ایک شرطی اقتراح پیش کرے اور پھر یہ کہے کہ میں اطمینان قلب چاہتا ہوں تو وہ اس سے استدلال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شرطی اقتراح پیش کرنے والا تو اولیٰ درجہ بھی ایمان کا نہیں رکھتا بلکہ وہ تو ایمان اور تکذیب کی مقام پر ہے اور تسلیم کرنیکو مشروط بہ اقتراح کرتا ہے پھر وہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ میں ابراہیم کیطرح اطمینان قلب چاہتا ہوں؟ ابراہیم نے [illegible] انکار نہیں کیا اور پھر اقتراح بھی نہیں کیا بلکہ احیاء موتیٰ کی کیفیت پوچھی ہے اور اسکو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے یہ نہیں کہا کہ اس مردہ کو زندہ کر کے [illegible] یا یوں کر۔ اور پھر اسکا جواب جو اللہ تعالیٰ نے [illegible] دیا ہے وہ بھی عجیب اور لطیف ہے اللہ تعالیٰ نے [illegible] فرمایا کہ تو چار جانور لے اور انکو اپنے ساتھ ہلا لے [illegible] یہ غلطی ہے جو کہا جاتا ہے کہ ذبح کرنے [illegible] [illegible] ساتھ ہلا لیتے ہیں پھر وہ اپنے مالک کی [illegible] ہیں۔ اور اس کے بُلانے پر آ جاتے ہیں [illegible] حضرت ابراہیم کو احیاء اماتت سے [illegible] وہ یہ چاہتے تھے کہ مردے خدا کی آواز [illegible] ہیں اس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ ہر چیز طبعاً اور فطرتاً اللہ تعالیٰ کی مطیع اور تابع فرمان ہے۔

نو وارد - کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن شریف میں ایسا فرمایا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل فرمایا۔

حضرت اقدس - میں قرآن شریف سے یہ استنباط کرتا ہوں کہ سب انبیاء کے [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم کو دیے گئے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے کمالات متفرقہ اور فضائل مختلفہ کے جامع تھے اور اسی طرح جیسے تمام انبیاء کے کمالات آپ میں قرآن شریف بھی جمیع کتب کی خوبیوں کا جامع ہے چنانچہ فرمایا فیہا کتب قیمۃ اور ما فرطنا فی الکتب ایسا ہی ایک جگہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ تمام نبیوں کا اقتدا کر۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امر دو قسم کا ہوتا ہے ایک امر تو تشریعی ہوتا ہے جیسے یہ کہا کہ نماز قائم کرو۔ یا زکوٰۃ دو وغیرہ اور بعض امر بطور خلق ہوتا ہے جیسے یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم یہ امر جو ہے کہ تو سب کی اقتدا کر یہ امر بھی خلقی اور کونی ہے یعنی تیری فطرۃ کو حکم دیا کہ وہ کمالات جو جمیع انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر موجود تھے تجھ میں یکجائی طور پر موجود ہوں اور گویا اس کے ساتھ ہی وہ کمالات اور خوبیاں آپ کی ذات میں جمع ہو گئیں۔

چنانچہ ان خوبیوں اور کمالات کے جمع ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ پر نبوۃ ختم ہو گئی اور یہ فرمایا کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ختم نبوۃ کے یہی معنی ہیں کہ نبوۃ کی ساری خوبیاں اور کمالات تجھ پر ختم ہو گئے۔ اور آیندہ کے لیے کمالات نبوۃ کا باب بند ہو گیا۔ کہ کوئی [illegible] طور پر

* اس وقت ٹرانسوال کی جنگ جاری تھی ایڈیٹر

وہ آئے گا۔

نبی عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں مشترک لفظ ہے جس کے معنے ہیں خدا سے خبر پا کر بولنا اور پیشگوئی کرنے والا جو لوگ براہ راست خدا سے مکالمہ کرتے اور اس سے خبریں پاتے تھے وہ نبی کہلاتے تھے اور یہ گویا اصطلاح ہو گئی تھی مگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسکو بند کر دیا ہے اور مہر لگا دی ہے کہ کوئی نبی آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر کے بغیر نہیں ہو سکتا جبتک آپکی اُمت میں داخل نہ ہو۔ اور آپ کے فیضان سے مستفیض نہ ہو وہ خدا سے مکالمہ کا شرف نہیں پا سکتا جبتک آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل نہ ہو اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ بدون اس اُمت میں داخل ہونے اور آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض پانے کے بغیر کوئی شرف مکالمہ الٰہی حاصل کر سکتا ہے تو اُسے میرے **سامنے پیش کرو۔**

یہی ایک آیۃ زبردست دلیل ہے اس امر پر جو ہم کہتے ہیں کہ حضرۃ عیسیٰ دوبارہ نہیں آویں گے بلکہ آنے والا اس اُمت میں سے ہوگا کیونکہ وہ نبی ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوۃ کا فیضان حاصل کر سکتا ہی نہیں جبتک وہ آنحضرتؐ سے استفاضہ نہ کرے جو صاف لفظوں میں یہ ہے کہ آپکی اُمت میں داخل نہ ہو + اب خاتم النبیین والی آیت تو صریح روکتی ہے پھر وہ کسطرح آ سکتے ہیں۔ یا اُنکو نبوۃ سے معزول کرو اور اُنکی یہ ہتک اور بے عزتی روا رکھو اور یا یہ کہو ماننا پڑے گا کہ آنیوالا اسی اُمت میں سے ہوگا۔

نبی کی اصطلاح مستقل نبی پر بولی جاتی تھی۔ مگر اب خاتم النبیین کے بعد یہ مستقل نبوۃ کا کام نہیں اسی لیے کہا ہے

خارقے کز ولی مسموع است

معجزہ آں نبی متبوع است

پس ایات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ جب آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوۃ کا شرف پہلے سے حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ پھر آئیں اور اپنی نبوۃ اور اپنی نبوۃ کو کھو دیں۔ یہ آیۃ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبی کو روکتی ہے۔ البتہ یہ امر آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والا ہے کہ ایک شخص آپ ہی کی اُمت سے آپ ہی کے فیض سے وہ درجہ حاصل کرتا ہے جو ایکوقت مستقل نبی کو حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ خود ہی آئیں تو پھر صاف ظاہر ہے کہ پھر اس خاتم الانبیا والی آیۃ کی تکذیب لازم آتی ہے اور خاتم الانبیا حضرت مسیح ٹھہرینگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا بالکل غیر مستقل ٹھہر جاویگا کیونکہ آپ پہلے بھی آئے اور اب ایک عرصہ کے بعد آپ رخصت ہو گئے اور حضرت مسیح آپ سے پہلے بھی رہے اور آخر پر بھی وہی رہے۔ غرض اس عقیدہ کے ماننے سے کہ خود ہی حضرت مسیح آنیوالے ہیں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور ختم نبوۃ کا انکار کرنا پڑتا ہے جو کفر ہے۔

اسکے علاوہ قرآن شریف کی ایک اور آیۃ بھی جو صاف طور پر مسیح کی آمد ثانی کو روکتی ہے اور وہ وہی آیۃ ہے جو کل بھی میں نے بیان کی تھی یعنی **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم**۔ اگر حضرت مسیح قیامت سے پہلے دنیا میں آئے تھے اور چالیس برس تک رہکر انہوں نے کفار اور مشرکین کو تباہ کیا تھا جیساکہ اعتقاد رکھا جاتا ہے؟ پھر کیا خدا تعالے کے سامنے انکو یہ کہنا چاہیے تھا کہ **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** یا یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں نے تو کافروں اور مشرکوں کو ہلاک کیا اور انکو جا کر اس شرک سے نجات دی کہ تم مجھکو اور میری ماں کو خدا نہ بناؤ۔

اس آیۃ پر خوب غور کرو یہ انکی دوبارہ آمد کو قطعی طور پر رد کرتی ہے + اور اس کے ساتھ ہی ختم نبوت والی آیت بھی انکو دوبارہ آنے نہیں دیتی اب یا تو قرآن شریف کا انکار کرو۔ یا اگر اس پر ایمان ہے تو پھر اس باطل خیال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس **سچائی کو قبول کرنا پڑے گا جو میں لے کر آیا ہوں۔**

یہ پکی بات ہے کہ آنیوالا اسی اُمت سے ہوگا۔ اور حدیث **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص مثیل مسیح بھی تو ہو۔ اگرچہ محدثین اس حدیث کی صحت پر کلام کرتے ہیں مگر اہل کشف نے اسکی تصدیق کی ہے اور قرآن شریف خود اسکی تائید کرتا ہے۔ محدثین نے اہل کشف کی یہ بات مانی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کشف سے بعض احادیث کی صحت کر لیتے ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح نہ ہوں اور ایسا ہی بعض کو غیر صحیح قرار دے سکتے ہیں۔

یہ حدیث اہل کشف نے جنہیں روحانیت اور تصفیہ قلب ہوتا ہے صحیح بیان کی ہے اور جیسا میں نے کہا ہے کہ قرآن شریف بھی اسکا مصداق ہے کیونکہ اس حدیث سے بھی سلسلہ موسوی کی طرح ایک سلسلہ کے قائم ہونے کی تصدیق ہوتی ہے اور قرآن شریف بھی سلسلہ موسویہ کے بالمقابل ایک سلسلہ قائم کرتا ہے۔ اسی کیطرف علاوہ اور آیات قرآنی کے **اھدنا الصراط المستقیم** بھی اشارہ کرتا ہے یعنی جو پہلے نبیوں کو دیا گیا ہے ہمکو بھی عطا کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ چودہ سو برس تک رکھا گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو نابود کرنا چاہا۔ اور اس قوم کو **ضربت علیھم الذلۃ** کا مصداق بنا دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے اور یہ کہا کہ **انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا**۔ یعنی یہ سلسلہ موسوی سلسلہ کے بالمقابل ہے اور یہ عمارت موسوی عمارۃ کے مقابلہ پر ہے جیسے اسمیں اخیار ہیں ویسے ہی اسمیں بھی اخیار ہیں ایسا ہی اشرار بھی بالمقابل پائے جاتے ہیں یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اگر کسی یہودی نے ماں سے زنا کیا ہوگا تو تم میں سے بھی ایسے ہوں گے اور اگر کوئی سوسمار کے بل میں گھسا ہوگا تو مسلمان بھی گھسیں گے یہ کیسی مشابہت اور مماثلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اب تعجب ہے مسلمانوں پر کہ وہ یہ تو روا رکھتے ہیں کہ اس اُمۃ میں سے یہودی بنجاویں اور یہ پسند نہیں کر سکتے کہ اس اُمۃ میں سے کوئی مسیح بھی ہو جاوے۔!!!

موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح کو بھیجا گیا تھا اسی مماثلت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ اس اُمۃ میں بھی اس صدی پر مسیح آئے تا کہ اس اُمۃ کا فضل ظاہر ہووے اولیاء اللہ کے کشوف بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں اور جو نشانات ظہور کے لیے رکھے گئے تھے وہ بھی اپنے اپنے وقت پر پورے ہو گئے درحقیقت شدنی امور ہو جاتے ہیں جو نہیں ہونے والے ہوتے وہ نہیں ہوتے اگر علما کے معنے سچے ہوتے تو جو کچھ انھوں نے مانا ہوا تھا انہیں سے کچھ تو پورا ہوتا۔ اعانۃ اسلام کا زمانہ تو یہی تھا پھر کیا وجہ ہے کہ خدا نے بقول ان کے کچھ بھی نہ کیا؟ انگریزوں کا تسلط **من کل حدب ینسلون** کا مصداق ہو گیا۔ اور **واذا العشار عطلت** کے موافق اونٹنیاں بیکار ہو گئیں جو اس آخری زمانہ کا ایک نشان ٹھہرایا گیا تھا عشار حاملہ اونٹنیوں کو کہتے ہیں یہ لفظ اس لیے مختار کیا گیا ہے تا یہ وہم نہ رہے جیسا بعض لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کے متعلق ہے۔ قیامت میں تو حمل نہ ہوگا۔ اور انکا رہنا بہانہ تو الگ رہا مکہ مدینہ کے درمیان بھی ریل طیار ہو رہی ہے اخبارات نے بھی اس آیت اور مسلم کی حدیث سے استنباط کر کے مضامین لکھے ہیں پس یہ اور دوسرے نشان تو

پورے ہو گئے میں اگر صادق نہیں ہوں تو دوسرے مدعی کا نشان بتاؤ؟ اور اسکا ثبوت دکھو۔ بات یہ ہے کہ افترا اور کذب کی عمر نہیں ہوا کرتی۔ یہ جلد فنا ہو جاتے ہیں مفتری کے ہلاک کرنے کے لیے خارجی قوت اور زور کی حاجت ہی نہیں ہوتی خود انکا افترا انکو ہلاک کر دیتا ہے + اور مفتری کے مقابل میں کبھی جوش نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل جسقدر جوش ہوا کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے مقابل بھی ہوا تھا۔ صادق کے مقابل اس کے لیے جوش ہوتا ہے کہ شیطان سمجھتا ہے کہ اب مجھے ہلاک کیا جاوے گا اور وہ اس سے ناراض ہوتا ہے اسلیے جہانتک ممکن ہو وہ اسکی مخالفت میں زور لگاتا ہے اور یہ جوش پھیل جاتا ہے۔ حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی بہت سے آدمیوں نے دعوے کیے تھے مگر اب کوئی انکا نام بھی نہیں لے سکتا۔ اسی طرح ہوتا رہا ہے کہ صادق کے مقابل میں بعض کاذب مدعی بھی ہوتے رہے ہیں۔ مگر کسی مقابلہ کے لیے اسقدر جوش نہیں دکھایا گیا جو صادق کے لیے دکھایا جاتا ہے + اس لیے کہ مفتری تو شیطان کے منشا کے موافق ہوتا ہے۔ اسلیے وہ اس کے خلاف جنگ کرنی نہیں چاہتا۔ اور صادق کے سینہ پر پتھر ہوتا ہے اسکو تباہ کرنے کے لیے زور لگاتا ہے مگر آخر خود ہی شیطان اس کے جنگ میں ہلاک کیا جاتا ہے۔

ابو جہل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسقدر زور لگایا یہانتک کہ مباہلہ بھی کر لیا۔ اور یہ دعا کی کہ جو شخص ہم میں سے کاذب ہے اور جو پھوٹ ڈالتا ہے اسکو ہلاک کر چنانچہ خود اُسی روز ہلاک ہو گیا۔ یاد رکھو کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جو اسکے آنے سے ایک پھوٹ نہ پڑی ہو + اسکو اصلاح کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ایک پھوٹ پڑے۔ کیونکہ جس شخص کا جوڑ یا ہڈی اپنی جگہ پر نہ رہے تو وہ اُسے اُتار کرنے سے لگاتا ہے اکثر مجھپر اعتراض کرتے ہیں کہ آریوں عیسائیوں کو دشمن بنا لیا ہے۔ مگر ان کو معلوم نہیں جو خدا کیطرف سے آتا ہے وہ ضرور اپنے دشمن بنا لیتا ہے کیونکہ اسکو پاک جماعۃ طیار کرنی پڑتی ہے جنمیں سچی تقویٰ و طہارت ہو اور سچی اخوت ہو مگر سفلی زندگی کے عادی نہیں سمجھتے کہ خدا تعالے کیطرف سے ایک صلاحیت قائم ہو۔ وہ دنیا سے دل لگا کر خدا تعالی کیطرف سے غافل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں

اب تو آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

یہی انکا مذہب اور مشرب ہوتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ یہ مردار زندگی کیا چیز ہے؟ انسان اگر خدا تعالی سے قوت پاوے تو وہ اس مردار زندگی سے مرنا بہتر سمجھے گا + دنیا کے دوست مطلب کے دوست ہوتے ہیں حقیقی محبت اور اخوت خدا تعالے ہی ہو کر ملتی ہے۔ ان لوگوں کو دیکھو جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توبہ کی کیا ان کے باہم تعلقات نہ تھے؟ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شناخت میں آنکھ کھلی تو پھر یہانتک متاثر ہوئے کہ نہ بیٹے کو بیٹا سمجھا نہ باپ کو باپ بلکہ وہ تعلقات بالکل قطع ہو گئے اور سارے تعلقات خدا میں ہو کر قائم ہوئے خدا کے لیے دشمن ہو جاتے۔ دنیا کی دولتیں جس میں خدا درمیان نہیں ہوتا وفاداری سے نہیں نباہ سکتے۔ اسیطرح ایہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جماعۃ میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو اس کے اپنے متعلقین میں اگر خدا تعالے ہدایت نہ کرے ایک شور قیامۃ برپا ہو جاتا ہے ورنہ بعض گہرے تعلقات یعنی والوں کو قطع تعلق کرنا پڑتا ہے۔ یاد رکھو دنیا انسان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی یہ اسکی اپنی کمزوری ہے کہ اپنی جیسی مخلوق کو نافع یا ضار سمجھتا ہے نفع اور ضرر اللہ ہی سے ملتا ہے۔ ہماری یہی مراد اس سے یہ ہے کہ انسان معرفت کی آنکھ سے خدا کو شناخت کرے۔ جبتک عملی طور پر خدا شناسی کو ثابت کر کے نہ دکھائے تو دہریہ ہے میں نے غور کیا ہے قرآن شریف میں کئی ہزار حکم ہیں اُنکی پابندی نہیں کی جاتی ادنی ادنی سی باتوں میں خلاف ورزی کر لی جاتی ہے۔ یہانتک دیکھا جاتا ہے کہ بعض جھوٹے تو دوکاندار بولتے ہیں اور بعض مصالحہ دار جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ خدا تعالی نے اسکو رجس کے ساتھ رکھا ہے + مگر بہت سے لوگ دیکھے ہیں کہ رنگ آمیزی کر کے حالات بیان کرنے سے نہیں رُکتے اور اسکو کوئی گناہ بھی نہیں سمجھتے + ہنسی کے طور پر بھی جھوٹ بولتے ہیں انسان صدیق نہیں کہلا سکتا جبتک جھوٹ کے تمام شعبوں سے پرہیز نہ کرے۔

انسان جب فسق و فجور میں پڑ جاتا ہے تو پھر ان لذات کو کیسے چھوڑ سکتا ہے اسکے چھوڑنے کی ایک ہی راہ ہے کہ گناہ کی معرفۃ انسان کو ہو۔ اور یہ معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالے گناہ پر سزا دیتا ہے۔ حیوان بھی جب معرفت پیدا کر لیتا ہے کہ یہ کام کرونگا تو سزا ملے گی تو وہ بھی اس سے بچتا ہے کتے کو بھی اگر چھڑی دکھائی جائے تو وہ بھاگتا ہے اور دہشت زدہ ہو جاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ انسان انسان ہو کر خدا سے اتنا بھی نہ ڈرے جتنا ایک حیوان سوٹے سے ڈرتا ہے بھیڑیے کے پاس اگر بکری باندھ دیجاوے تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی۔ کیا اس بھیڑیے جتنی دہشت بھی خدا کی نہیں ہے؟ انسان کے پیدا ہونے کی غرض اور غایت تو یہ ہے کہ وہ سچا ایمان پیدا کرے اگر یہ ایمان وہ پیدا نہیں کرتا تو پھر اپنی پیدائش کو عبث سمجھتا ہے اور اگر اس مجلس میں وہ ایمان نہیں ہے تو پھر چاہیے کہ دوسری مجلس کو تلاش نہ کرے۔ خدا نے مجھے اسی لیے **مامور کیا ہے کہ تقویٰ پیدا ہو اور خدا پر سچا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے پیدا ہو** خدا تعالے تاوان نہیں چاہتا بلکہ سچا تقوی چاہتا ہے میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ توبہ کرنے وقت گواہ رکھ لیتا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے اسلیے یہ کیا ہے کہ شاید اس توبہ کو توڑتے وقت اس گواہ سے ہی کچھ شرم آجاوے لیکن آخر دیکھا کہ وہ اسکی بھی پروا نہ کر کے توبہ توڑتا کیونکہ اصل شرم تو خدا تعالی سے ہونی چاہیے جب خدا سے نہیں ڈرتا اور شرم کرتا تو اور کس سے کیا کرے گا ایسے لوگوں کی وہی مثال ہے

چہ خوش گفت درویش کوتاہ دست
کہ شب توبہ کرد و بسحر گاہ شکست

جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں انکو سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ میں انکے لیے دعا کرتا ہوں دعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کر سکتی ہے۔ اور مردہ کو زندہ کر سکتی ہے اسمیں بڑی تاثیریں ہیں جہانتک قضاء وقدر کے سلسلہ کو اللہ تعالے نے رکھا ہے کوئی کیسا ہی معصیت میں غرق ہو دعا اُسکو بچا لیگی۔ اللہ تعالے اُسکی دستگیری کرے گا اور وہ خود محسوس کرے گا کہ میں اب اور ہوں۔ دیکھو جو شخص مسموم ہے کیا وہ اپنا علاج آپ کر سکتا ہے اسکا علاج تو دوسرا ہی کرے گا۔ اس لیے **اللہ تعالے نے تطہیر کے لیے یہ سلسلہ قائم کیا ہے** اور ماموروں کی دعائیں تطہیر کا بہت بڑا ذریعہ ہوتی ہیں۔ دعا کرنا اور منوانا اللہ تعالے کے اختیار میں ہے دعا کے لیے جب درد سے دل بھر جاتا ہے اور سارے حجابوں کو توڑ دیتا ہے اسوقت سمجھنا چاہیے کہ دعا قبول ہو گئی یہ **اسم اعظم** ہے اس کے سامنے کوئی ان ہونی چیز نہیں ہے ایک خبیث کے لیے جب دعا کے ایسے اسباب میسر آجاویں تو یقیناً وہ صالح ہو جاوے اور بغیر دعا کے وہ اپنی توبہ پر بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ بیمار اور محجوب اپنی دستگیری آپ نہیں کر سکتا۔ سنت اللہ کے موافق یہی ہوتا ہے کہ جب دعائیں انتہا تک

پہونچتی ہیں تو ایک شعلہ نور کا اُسکے دل پر گرتا ہے جو اُسکی ساری نجاستوں کو جلا کر تاریکی دور کر دیتا اور اندر ایک روشنی پیدا کرتا ہے۔ یہ طریق استجابتہ دعا کا رکھا ہے ضرور ہے کہ انسان پہلے حالت بیماری کو محسوس کرے اور پھر طبیب کو شناخت کرے سعید وہی ہے جو اپنے مرض اور طبیب کو شناخت کرتا ہے۔ اسوقت دنیا کی حالت بگڑی ہوئی ہے جن باتوں پر خدا نے چاہا تھا کہ قائم ہوں انکو چھوڑا گیا ہے باہر وہ ایک پھوڑے کیطرح نظر آتے ہیں جو چمکتا ہے مگر اسکے اندر پیپ ہے یا قبر کیطرح ہیں کہ جس کے اندر بجز ہڈیوں کے کچھ نہیں۔

ایسا ہی حال اخلاقی حالتوں کا ہے غیظ و غضب میں آکر گندی گالیاں دینے لگتا ہے اور اعتدال سے گذر جاتا ہے

اصل مدعا تو یہ ہونا چاہیے کہ انسان نفس مطمئنہ حاصل کرے نفس تین قسم کے ہیں امّارہ لوّامہ۔ مطمئنہ۔ بہت بڑا حصہ دنیا کا نفس امارہ کے نیچے ہے اور بعض جن پر خدا کا فضل ہوا ہے وہ لوامہ کے نیچے ہیں یہ لوگ بھی سعادۃ سے حصہ رکھتے ہیں بڑا بدبخت وہ ہے جو بدی کو محسوس ہی نہیں کرتا یعنی جو امارہ کے ماتحت ہیں اور بڑا ہی سعید اور بامراد وہ ہے جو نفس مطمئنہ کی حالت میں ہے

نفس مطمئنہ کو ہی خدا نے فرمایا یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً۔

یعنی اسے وہ نفس جو اطمینان یافتہ ہے۔ اسحالت میں شیطان کے ساتھ جو جنگ ہوتی ہے اُسکا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور خطاب کے لائق تو مطمئنہ ہی ٹھیرایا ہے۔ اور اس آیۃ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مطمئنہ کیحالت میں مکالمہ الٰہی کے لائق ہو جاتا ہے خدا کیطرف واپس آ کے معنی یہی نہیں کہ مر جا بلکہ لوامہ اور امارہ کیحالت میں جو خدا تعالیٰ سے ایک بُعد ہوتا ہے مطمئنہ کیحالت میں وہ دوری نہیں رہتی۔ اور کوئی غبار باقی نہ رہ کر غیب کی آواز اسکو بلاتی ہے۔ تو مجھ سے راضی اور میں تجھ سے راضی۔ یہ رضا کا انتہائی مقام ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اب میرے بندوں میں داخل ہو جا اللہ تعالیٰ کے بندے دنیا ہی پر ہوتے ہیں مگر دنیا انکو نہیں پہچانتی دنیا نے آسمانی بندوں سے دوستی نہیں کی۔ وہ اُن سے ہنسی کرتی ہے وہ الگ ہی ہوتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی ردا کے نیچے ہوتے ہیں غرض جب ایسی حالت اطمینان میں پہونچتا ہے تو الٰہی اکسیر سے تانبا سونا ہو جاتا ہے۔ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ اور تو میری بہشت میں داخل ہو جا۔ بہشت ایک ہی چیز نہیں بلکہ فرمایا وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ خدا سے ڈرنیوالے کے لیے دو بہشت ہیں۔

غرض اس مقام پر اس آیۃ کی تفسیر اور اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ کی تفسیر فرما کر اس تقریر کو ختم کر دیا یہ تفسیریں دوسرے وقت درج کرینگے ان شاءاللہ تعالےٰ۔

حیات النبی

یہ ایک خطبہ کا خلاصہ ہے جو ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء کو حضرۃ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا
(ایڈیٹر)

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

اللہ تعالےٰ اور اُس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اسے ایمان والو! تم بھی اسپر درود اور سلام بھیجا کرو۔

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بہت سی بزرگیاں اور خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جنپر نظر کرنے سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی مخلوقات میں سے جیسا اس عظیم الشان پاک انسان کو بنایا ہے کسی کے لیے ارادہ نہیں کیا کہ اسکی وہ عزۃ اور تکریم ہو جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہوئی ہے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور وجوہ اعزاز اسقدر ہیں کہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ کوئی دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ پورے طور پر انکو گن سکے۔

منجملہ اور باتوں کے یہ کسقدر عظیم الشان بات ہے کہ آپ کا نام محمد و احمد رکھا گیا صلے اللہ علیہ وسلم جسقدر نام انبیا کے قرآن میں ہیں یا توراۃ میں مذکور ہوئے ہیں مع اُن کے جنکو ہم نقصص کے نیچے رکھتے ہیں کسی نام کے ساتھ یہ نہیں پایا جاتا کہ ایسی ابدی زندگی عطا کی گئی ہو۔ تمام نبی جو آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہوئے۔ اس دنیا سے الگ ہوگئے۔ دنیا کی کوئی کتاب اور نہ ان کی اُمتیں اور قومیں غرض کوئی بھی انکا نشان نہیں دیسکتا۔ اور اُن کی زندگی کا پتہ نہیں دیتا۔ یہ قرآن کریم اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل اور احسان ہے کہ اُس نے سبکو خدا کے راستباز اور برگزیدہ نبی تسلیم کرلیا اور اسی کے طفیل سے وہ زندہ ہوگئے۔ اگر قرآن شریف نہ آیا ہوتا تو یقیناً مشکل کیا ناممکن ہوتا انکی نبوتوں کا ثابت کرنا۔ باوجود اسکے کہ قرآن شریف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو ایک زندگی بخشی ہے (اور یہ عظیم الشان احیاء موتی ہے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی جس نے ہزاروں سال کے مردوں کو زندہ کر دیا ہے) یہ بھی صحیح مسلم بات ہے کہ ان انبیا علیہم السلام سے اپنی خصوصیت ذاتی کے لحاظ سے کوئی زندہ نہیں یہ زندگی اور ابدی زندگی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسیکو نہیں ملی جو اپنی خصوصیت ذاتی کے لحاظ سے زندہ جاوید ہیں۔

جیسا کہ مینے ابھی کہا آپ کی زندگی اور تعظیم و جلال کا سب سے بڑا نشان جو ابتدا سے انتہا تک فضیلت بتاتا ہے آپکا نام مبارک ہے یعنی محمد و احمد یہ دونوں نام ہمیشہ کی زندگی فضیلت اور اکرام پر دلالت کرتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے محمد کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ آسمان پر بھی مقدر ہوا اور زمین پر بھی یہی مقرر ہوا کہ آپکی تعریف کیجاوے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ میں ایک ابدی زندگی کا نشان موجود ہے کیونکہ اگر مثلاً دو سو یا تین سو برس بعد آپکا نشان مٹ جاتا تو محمد صیغہ مبالغہ کا موزوں نہ ہوتا۔ لیکن اللہ کا رکھا ہوا نام ضروری تھا کہ ہر زمانہ میں زندہ رہتا

احمد کے لفظ میں بھی اسی کیطرف اشارہ ہے کہ جو طریقہ اور جو ذریعہ اللہ تعالیٰ کی لاشریک حمد کا آپ لائے ہیں وہ بھی ابدی ہے اور جو ستایش اللہ تعالےٰ نے اسکے عوض میں آپکی کی وہ بھی ابدی ہے۔

یہ چھوٹی سی بات نہیں جسقدر نام نبیوں کے ہیں انکو یاد کرو اور انپر غور کرو۔ کہ کیا کسی نام میں کوئی ایسی پیشگوئی ہے جیسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں پائی جاتی ہے۔ اسطرح پر یہ بڑی عظیم الشان فضیلت ہے آپکی

کل سفریوں اور راحنتبانہ ولں بر۔

پھر اس زندگی کے ماتحت عظیم الشان بات یہ ہے۔ کہ آپ کے آثار موجود ہیں جیسے آپ کا دین محفوظ ہے ویسے ہی آپکی پیدائیش کا مقام سونے کا مقام لڑائی کی جگہ اور آخری آرام کرنے کی جگہ بھی بدستور محفوظ ہے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں کہ کتاب محفوظ۔ مولد محفوظ۔ مدفن محفوظ یہ فضیلت ایسی فضیلت ہے کہ خدا پکار کر کہہ رہا ہے کہ لاریب آپ **افضل الموجودات** ہیں۔

پھر منجملہ ان تمام باتوں کے جو آپکی زندگی پر دلالت کرتی ہیں خدا جو اپنے فضل سے چاہتا ہے کہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں اس کے لیے یہ سبب بھی کیا ہے **ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی**۔ آسمان پر ایک جوش رہتا ہے اس امر کے لیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب اور مدارج میں ترقی ہو اور آپ کی کامیابیاں بڑھیں۔ اسلیے خود اللہ تعالے اور اُس کے ملائکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اب دیکھو کہ چھوٹے سے مومن کی دعا بیکار نہیں جاتی۔ اور جو **من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ** کے موافق چھوٹی سی نیکی بھی کسیکی ضائع نہیں کرتا۔ تو خود ملائکہ کی دعاؤں کو اور اپنے درود کو کیونکر ضائع کر دے گا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر ساعۃ آپ کے مدارج اور مراتب میں کسقدر ترقی ہو رہی ہے۔ جو آپ کی زندگی کو بڑھا رہی ہے۔ تو جب خدا تعالے کہتا ہے کہ **محمد رسول اللہ** (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مدارج کی ترقی ہو۔ ملائکہ کہتے ہیں ترقی ہو اور پھر مومن کو حکم ہوتا ہے کہ تم بھی درود پڑھو کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا جب آپ پر درود نہ پڑھا جاتا ہو۔ کیونکہ علاوہ اُن درود پڑھنے والوں کے جو مومنوں کا گروہ ہے اللہ تعالے اور اُسکے ملائکہ تو ہر وقت اس کام میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ انہیں کسل نہیں ہوتا اور جس میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اس سے اندازہ کرو کہ آپ کے درجات میں ہر آن کسقدر ترقی ہو رہی ہے۔

ایکبار مینے خود حضرت امام علیہ الصلوۃ والسلام سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کہ درود شریف کے طفیل اور کثرت سے یہ درجے خدا نے مجھے عطا کیے ہیں اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالے کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر اُنکی لاانتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہونچتی ہیں یقیناً کوئی فیض بدون وساطت آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہونچ ہی نہیں سکتا۔

اور فرمایا درود شریف کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں جو اللہ تعالے کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اُسکو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو

غرض

اللہ تعالے کو آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت اور عزۃ منظور ہے کیونکہ جو عزت اور توحید آپ نے قائم کی ہے کسی اور کے ذریعے سے نہیں ہوئی۔ اور اسوقت بھی اسکے بروز **احمد** نے (خدا کی نصرتیں اور تائیدیں اُسکے ساتھ ہوں) اسی توحید کو قائم کرنے کے لیے غیرت اور جوش پایا ہے۔ اب میرا یہ منشا ہے کہ ایسی حالت میں مسلمانوں کو کسقدر درود شریف کے پڑھنے کی ضرورۃ ہے کیونکہ جس رسول کا یہ درجہ ہے کہ اللہ اور اُسکے ملائکہ اُس پر درود بھیجتے ہیں نا خدا ترس مردہ پرست قوم نے اُسکی بہت ہتک کی ہے اُس سید المعصومین کی نسبت بہت سے فحش ہمیں اُنہی سننے پڑے ہیں لاانتہا کتابیں اس شرک عظیم کے حامیوں کیطرف سے شائع کی گئی ہیں اور جو مسلمان باقی رہ گئے ہیں انھوں نے بھی اپنے عملی رنگ سے ہتک کی جبکہ آپ کے اتباع سنۃ کو چھوڑ دیا جو دین آپ لائے تھے اور جو تعلیم قرآن نے دی تھی اُسکو چھوڑ دیا گیا گویا دونوں طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے اس بیعزتی اور ہتک کا انتقام لینے اور اُس عزۃ کو قائم کرنے کے لیے پھر خدا نے اسی کو بھیجا ہے تاکہ پھر زمین پر ایک خدا کی پرستش ہو اور وہ حمد الٰہی سے بھر جاوے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم **محمد و احمد** ثابت ہو صلے اللہ علیہ وسلم

اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی دو ہی صورتیں ہیں اول یہ کہ مسلمان اتباع سنۃ کریں اور تقوی طہارۃ اختیار کریں اور پھر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی ثابت کرنے کے لیے آیا ہے یعنی مسیح موعود اُسکی امداد اور نصرۃ کے لیے سب اکٹھے ہو جائیں اور سب ملکر اُسکے واسطے دعائیں کریں درود شریف پڑھتے ہوئے جب **علی اٰل محمد** کہیں تو یقیناً یاد رکھیں کہ اس آخری زمانہ میں مسیح موعود اور اُسکے متبعین اسی آل میں داخل ہیں۔ آخر میں میں اپنی ساری جماعت کو نصیحت کرتا ہوں وہ دونوں صورتوں سے درود شریف پڑھنے میں مصروف رہیں بہت تھوڑے ہیں جو جانتے ہیں کہ انکا محبوب و آقا کس نازک کام میں مصروف ہے پس سب مسلمان اللہ اور اُسکے ملائکہ کے ساتھ ہو کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں حیف ہو گا اگر ہماری جماعت کا کوئی وقت ضائع ہو جاوے۔ کیونکہ وہ یاد رکھیں کہ ہمارا محبوب آقا بہت بڑے فکروں میں گھرا ہوا ہے دشمنان دین کے حملوں سے وہ اکیلا اسلام کے لیے سینہ سپر ہو کر لڑ رہا ہے پس بدنصیب ہو گا وہ شخص جو اسکا بوجھ بٹانے میں شریک نہ ہو اور راہ یہی ہے کہ اپنے چال چلن کو درست کریں اور اتباع سنۃ میں قدم بڑھائیں اور درود شریف پڑھتے رہیں۔

اب وقت ہے کہ ہر ایک اپنے وقت کی قدر کرے اور اسے ضائع نہ کرے۔

سورۃ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

گذشتہ اشاعۃ سے آگے

یہ وہ **ذکر** ہے جو آخری حلیفہ کہلاتا ہے یہ وہ **راہ** ہے جو صراط مستقیم ہے۔ پس اسطرف آجاؤ۔ اور اسوقت دجالی تحریکوں کیطرف نہ جاؤ۔ اس صراط مستقیم کیطرف آنے یا اس ذکر کیطرف متوجہ ہونے کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ مان لیا کہ وہ حق ہے اور خدا کیطرف سے آیا ہے۔ یہ ایمان **زندہ ایمان** نہیں کہلا جبتک اسمیں عمل کی روح نہ ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ ایمان بدون عمل کے **مردہ** ہے۔ مینے جبوقت حضرت امام کے مُنہ سے یہ سُنا کہ تم میں سے بہت ہیں جو اس چشمہ پر پہونچ گئے ہیں جو زندگی کا چشمہ ہے مگر ابھی پانی نہیں پیا۔ ہاں مُنہ رکھدیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جبوقت سے مینے یہ سُنا ہے میں بہت ہی ترساں ہوں اور استغفار پڑھتا رہتا ہوں کہ خدا نہ کرے کہیں وہ میں ہی نہ ہوں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کہنے میں ہم

سب یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود۔ محبوب۔ اور مطاع نہ ہوگا۔ اور کوئی غرض و مقصد اللہ تعالیٰ کے اس راہ میں روک نہ ہوگی۔ اس امام نے اس مطلب کو ایک اور رنگ میں ادا کیا ہے کہ ہم سے یہ اقرار لیتا ہے

دین پر دنیا کو مقدم کروں گا

اس اقرار کو مدنظر رکھکر اپنے عمل درآمد کو سوچلو کہ کیا اللہ تعالیٰ کے احکام اوامر و نواہی مقدم ہیں یا دنیا کے اغراض و مطالب اس اقرار کا منشا یہ ہے کہ ساری چیزیں اللہ کے خوف کی اور حصول مطالب کی امید کی اللہ تعالیٰ کے سوا نہ رہیں یعنی خوف ہو تو اسی سے امید ہو تو اسی سے وہی معبود ہو اسی کی عظمت و جبروت کا خوف ہو جس سے اطاعت کا جوش پیدا ہو۔ ایسی اطاعت اور عبادت روح میں ایک تذلل اور انکساری پیدا کرے گی۔ جس سے سرور اور لذت پیدا ہوگی۔ اور عملی زندگی کو قوۃ ملے گی لیکن جب اللہ تعالےٰ کی صفات پر کامل ایمان نہ ہو تو اس ایمان میں عملی قوت پیدا کرنیکی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ اس کھائے ہوئے دانہ کی طرح ہوتا ہے جسمیں نشو و نما پانیکی خاصیت باقی نہیں رہی۔ غرض اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب تم نماز کے لیے جمعہ کے دن بلائے جاؤ تو بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ کیطرف آجاؤ۔

عام جمعوں میں چھوٹی چھوٹی بیع ہے لیکن مسیح موعود کا وقت چونکہ عظیم الشان جمعہ ہے اس لیے اس وقت دجال کا فتنہ بہت بڑی بیع ہے اسلیے فرمایا کہ اسکو چھوڑو اور ذکر اللہ کیطرف آجاؤ۔ نتیجہ اسکا کیا ہے؟

ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

اگر تمکو کچھ علم ہے تو یاد رکھو کہ یہ تمھاری لیے مفید ہے۔ اسمیں خیر و برکت ہے تمھارے لیے اللہ تعالےٰ جس امر کو خیر و برکت کا موجب قرار دیتا ہے اسکو ظنی یا وہمی خیال کرنا کفر ہے۔ انسان چونکہ عواقب الامور اور نتائج کا علم نہیں رکھتا اسلیے وہ بعض اوقات اپنی کمزوری علم اور کمی معرفت کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے مامور کی صحبت میں رہنا یا اس کے پاس جانا اخراجات کو چاہتا ہے یا بعض تجارتی کاموں میں اس سے حرج واقع ہوگا دوکان بند کرنی پڑیگی یا کیا کیا عذر تراشتا ہے لیکن خدا تعالیٰ یقین دلاتا ہے کہ اسکی آواز سنتے ہی حاضر ہو جانا خیر و برکت کا موجب ہے۔ اسمیں کوئی خسارہ اور نقصان نہیں۔ مگر تمکو اسکا علم ہونا چاہیے یس اسمیں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے ہاں

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

جب نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل کو لو۔ اسکا اصل اور گر یہ ہے اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مظفر و منصور ہو جاؤگے۔

خدا کی یاد ساری کامیابیوں کا راز اور ساری نصرتوں اور فتوحات کی کلید ہے۔ اسلام انسان کو بیدست و پا بنانا یا دوسروں کے لیے بوجھ بنانا نہیں چاہتا۔ عبادۃ کے لیے اوقات رکھے ہیں جب ان سے فارغ ہو جاوے پھر اپنے کاروبار میں مصروف ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کاروبار میں مصروف ہو کر بھی یاد الٰہی کو نہ چھوڑے بلکہ

دست بکار دل بیار ہو

اور اسکا طریق یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے اور دیکھ لے کہ آیا خلاف مرضی مولی تو نہیں کر رہا۔ جب یہ بات ہو تو اسکا ہر فعل خواہ وہ تجارۃ کا ہو۔ یا معاشرت کا۔ ملازمت کا ہو یا حکومت کا غرض کوئی بھی حالت ہو عبادۃ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ یہانتک کہ کھانا پینا بھی اگر امر الٰہی کے نیچے ہو تو عبادۃ ہے۔

یہ اصل ہے جو ساری فتحمندیوں کی کلید ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس اصل کو چھوڑ دیا۔ جبتک اسپر عملدرآمد رہا۔ اسوقت تک وہ ایک قوم فتحمند قوم کی حالت میں رہی لیکن جب اسپر سے عمل جاتا رہا تو نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قوم ہر طرح لپیٹیوں میں گر گئی۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَہْوَا انْفَضُّوْا اِلَیْہَا وَتَرَکُوْکَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّہْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ

اور جب تجارۃ کے سامان ملجاتے ہیں یا کھیل تماشہ کا وقت پاتے ہیں وہ تجھے چھوڑ کر چلدیتے ہیں انکو کہدو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں اور کھیل تماشوں سے بہتر ہے اور اللہ تعالےٰ بہتر رزق دینے والا ہے۔

یہ حالت انسان کی اسوقت ہوتی ہے جب وہ خدا تعالےٰ پر سچا اور کامل یقین نہیں رکھتا۔ اور اسکو رازق نہیں سمجھتا۔ یوں ماننے سے کیا ہوتا ہے جب کامل ایمان ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے سب کچھ چھوڑنے کے لیے طیار ہو جاتا ہے۔

بعض لڑکوں سے میںنے پوچھا ہے کہ تم جو گھر جاتے ہو کیوں؟ کیا لہو کے واسطے۔ اگر یہ غرض ہو تو پھر یہ خدا کے اس ارشاد کے نیچے ہے کہ لہو اور تجارۃ کو گویا خدا تعالےٰ پر مقدم کرتا ہے اس سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالےٰ کو خیر الرّازقین یقین کرو اور مت خیال کرو کہ صادق کی صحبت میں رہنے سے کوئی نقصان ہوگا کبھی ایسی جرأت کرنیکی کوشش نہ کرو کہ اپنی ذاتی اغراض کو مقدم کرلو خدا کے لیے جو کچھ انسان چھوڑتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر پا لیتا ہے۔ تم جانتے ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا چھوڑا تھا اور پھر کیا پایا صحابہ نے کیا چھوڑا ہوگا اسکے بدلے میں کتنے گنے زیادہ خدا نے انکو دیا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے جو نہیں ہے لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تجارت میں خسارہ کا ہو جانا یقینی اور کاروبار میں تباہیوں کا واقع ہو جانا قرین قیاس ہے لیکن خدا تعالےٰ کے لیے کسی چیز کو چھوڑ کر کبھی بھی انسان خسارہ نہیں اٹھا سکتا۔

ناظم ندوہ سے خط و کتابت

میرے دوسرے خط کے بعد بھی مولوی صاحب نے میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے اور ایک کارڈ لکھ بھیجا جو ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے پھر انھوں نے کسی مخاطب کی امید ہی نہ رکھی۔ وہ کارڈ یہ ہے۔

۷۸۶

از فقیر محمد علی کان اللہ لہ منشی ارادت حسین صاحب سلمہ۔ وعلیکم السلام۔ خط پہونچا۔ پہلی تحریر محض اس لیے لکھی گئی تھی کہ مجھے گمان ہوا تھا کہ شاید مقاصد ندوہ کو سمجھنا مطلوب ہے اس خط سے معلوم ہو گیا کہ صرف بحث و مجادلہ کی خواہش ہے۔ تو ہمارے بزرگان طریقت و شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے اور حتے الوسع انکی فرمانبرداری کو میں اپنا شعار جانتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ سے اس کی پوری تعمیل کی تمنا و التجا رکھتا ہوں وَھُوَ لِکُلِّ اَمَلٍ حَدِیْرٌ وَعَلٰی مَا نَشَاءُ قَدِیْرٌ آیندہ کسی مخاطبت کا میری جانب سے امید نہ رکھو ور رمضان المبارک۔ مونگیر محفوظ صیانہ

ناظرین ذرا متوجہ ہو کر سنو اور غور کرو کہ مولوی صاحب نے کیا اور پہر ہی اور پہر ٹالا ہے اور ہرگز ہرگز جواب دینا اور میری تسلی کرنا نہیں چاہا مگر علاوہ اس کے کہ بحث و مجادلہ کوئی بری بات نہیں

جسکو اُن کے بزرگان شریعت و طریقت نے منع کیا ہو میں ناظرین سے انصاف چاہتا ہوں کہ میرے دوسرے خط کا کونسا لفظ ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میری خواہش بحث و مجادلہ کی ہے؟ میں مولوی صاحب سے خود پوچھتا ہوں کہ آپ نے میرے کن الفاظ سے یہ سمجھ لیا ہے کہ میری خواہش بحث و مجادلہ کی ہے مگر چونکہ انھوں نے صاف لکھدیا کہ "آیندہ کسی تنخواطب کا میری جانب سے انتظار نہ رہے"۔ اسوجہ سے مینے انکو پھر خط لکھنا مناسب نسمجھا - مگراب اس اخبار کے ذریعہ سے کل علماء ندوہ کے ساتھ اُنکو بھی مخاطب کرتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ میرے کون سے الفاظ میں سے میری بحث و مجادلہ کی خواہش پائی جاتی ہے؟ ناظرین دیکھو کہ میں نے صاف صاف حاضر ہونیکی مجبوری یونکو دکھلاکر لکھا تھا کہ "اسلیے امیدوار ہوں کہ آپ میرے اُس خط کا جواب تحریر فرماکر عنایت فرمائے تاکہ میں اُنمیں غور کرسکوں اور اپنی تسلی ہوجانیکی کوشش کرسکوں اور پھر اُس کے بعد جو کچھ بھی میرے دل میں خیال پیدا ہو اُسکو آپ پر ظاہر کروں"۔ اس کے بعد کون انصاف پسند دل ہے جو یہ فیصلہ کرے کہ میری خواہش بحث و مجادلہ کی تھی؟ پھر مینے خط کو ختم کرتے کرتے بھی لکھا تھا کہ "سررشت ندوہ کے بارہ میں میری تسلی کیجیے اور تحریر سے کیجیے "تاکہ مجھکو غور و فکر کرنے کا زیادہ موقع ملے اور ان تحریروں کو شائع بھی کرسکوں"۔ اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان سے بڑھ کر کون سے الفاظ ہوسکتے ہیں جو مولوی صاحب کو یقین دلاتے کہ میں اپنی تسلی چاہتا ہوں

ناظرین اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب میرے سوالوں کا کافی و شافی جواب نہیں دے سکتے اور نہ کوئی ندوی دے سکتا ہے اس لیے مولوی صاحب نے پہلے تو یہ سوچا کہ جواب تم کیونکر دونگا میں یہ لکھدوں کہ تم چلے آؤ تمھاری تسلی کردی جائیگی کیونکہ اُنھوں نے دیکھا کہ اول تو شاید آئیگا ہی نہیں اور اگر آیا بھی تو کچھ اودھر اُودھر کے جواب دیدوں گا - اہل انصاف کو اطلاع ہی نہ ہوگی کہ کیا جواب دیا گیا جو وہ انصاف کریں گے اور اگر یہ عاجز کچھ اصرار کرتا کہ آپ کے جواب ناکافی اور کسی حق جو کی تسلی نہیں کرسکتے تو وہ یہ کہدیتے کہ تم یونہی کٹھ حجتی کرتے ہو تمہیں طلب حق منظور نہیں - بلکہ اس جواب کیطرف اُن کے پہلے ہی خط میں اشارہ ہے جہاں وہ لکھتے ہیں کہ اگر طلب حق ہے تو کافی طور سے اطمینان ہو جائے گا - مگر جب قوی دلائل سے انکو لکھا گیا کہ تحریری گفتگو ہر حالت میں بہتر ہے اور تحریری ہی جواب عنایت فرمایا جاوے تو وہ اپنے اُس بہانہ کو ٹوٹا ہوا دیکھکر کہ چلے آؤ اور اپنا اطمینان کرلو یہ لکھ بھیجا کہ "صرف بحث و مجادلہ کی خواہش ہے - تو ہمارے بزرگان طریقت و شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے"۔ مگر ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ میری خواہش مباحثہ کی نہیں تھی صرف میں یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب میرے سوالونکا جواب دیں اور میں اُنمیں غور کروں اور اپنی تسلی ہوجانیکی کوشش کروں اور پھر جو خیال میرے دل میں پیدا ہو اُس سے مولوی صاحب کو مطلع کروں اور کل تحریرونکو شائع بھی کردوں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہو اور یہ بات زبانی گفتگو میں نہیں ہوسکتی تھی مگر چونکہ مولوی صاحب کو جواب دینا ہی نہیں تھا اور نہ دے سکتے تھے اسوجہ سے ہمیشہ بہانہ ہی ڈھونڈتے رہے میں اس نتیجہ پر کہ میرے سوالات کا کوئی ندوی بھی کافی جواب نہیں دیسکتا بڑی بصیرۃ سے پہونچا ہوں اسکی دلیل اول تو یہی ہے کہ سوا اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی جو مولوی صاحب کو جواب دینے سے مانع ہوئی ہو - اور دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ جب مولوی صاحب نے جواب نہیں دیا تو مینے ایک اور ندوہ کے عالم کے سامنے اپنے سوالات کو پیش کرکے اپنی تسلی چاہی تو وہ بھی جواب نہ دیسکے بلکہ اُنھوں نے اقرار کیا کہ بیشک معقول اعتراض ہیں - خدا اُنکو اس حق پسندی کا اجر دے - اور ناظرین! تمھیں اور بھی قوی دلیل اسبات کی ملجائیگی جب تم دیکھوگے کہ کوئی ندوی میرے سوالات کے کافی جواب ہرگز ہرگز شائع نہ کرے گا اور ہرگز نہ کرسکے گا -

مولویصاحب کے پچھلے کارڈ سے ایک شبہ عام لوگونکو یہ بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ بحث و مجادلہ اچھی چیز نہیں ہے جبھی تو مولوی صاحب نے اس سے منع فرمایا ہے - مگر اے ناظرین! یہ بات غلط ہے بیشک نزاع تحکم اور ہٹ دھرمی بری چیز ہے - مگر بحث و مجادلہ کوئی بری چیز نہیں یہاں مولویصاحب کا یہی مطلب بحث ہی ہے نہ تحکم - کیونکہ صاف لفظ بحث کا موجود ہے اور مجادلہ کبھی نزاع تحکم کے معنی میں بھی استعمال ہوجاتا ہے مگر یہاں نہیں - مجادلہ بحث کی تفسیر واقع ہوئی ہے کیونکہ مولویصاحب کا یہ تو مطلب ہو ہی نہیں سکتا کہ میری خواہش بحث کی بھی جو اچھی چیز ہے اور مجادلہ یعنی تحکم کی بھی ہے جو بری چیز ہے - تو اب اے ناظرین! میں سخت حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے یہ کیا لکھدیا کہ "ہمارے بزرگان شریعت و طریقت نے اس سے (یعنی بحث و مجادلہ سے) منع فرمایا ہے"۔ جب کہ سارا قرآن بحث و مباحثہ سے بھرا پڑا ہے اور صاف حکم خدا کا موجود ہے ادع الی

سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن

ترجمہ عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے راستہ کیطرف بلاؤ اور انکے ساتھ مجادلہ کرو ایسے طور پر کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو۔

کیا یہ آیت اور ایسی ایسی اور آیتیں اس کارڈ کے لکھتے وقت مولویصاحب کو بھول گئی تھیں؟ خیر کچھ ہی ہو مگر یہ ثابت ہے کہ مباحثہ کچھ بری چیز نہیں - اور علاوہ اس کے خود مولویصاحب نے چند کتابیں مباحثہ اور مجادلہ کی عیسائی وغیرہ کے مقابل میں لکھی ہیں اور اپنی کتابوں میں عیسائیونکو چیلنج بھی دیا ہے اور ان کے چیلنج پر خود بھی تیار ہوے ہیں مصنف نیاز نامہ کو تحریری مباحثہ کے لیے لکھا بھی تھا مگر وہ اب اس موقع پر کیوں ایسا لکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگان طریقت و شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے اسکو ناظرین ہی کی سمجھ پر چھوڑتا ہوں -

اب میں پھر ندوہ کے علماء کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ میرے سوالات کا جواب شائع کریں یا میرے سوالات کا حق ہونا مان لیں - اور اگرچہ مولوی صاحب نے اپنی طرف سے میرے ساتھ تخاطب کرنا موقوف کردیا ہے مگر میں موقوف نہیں کرتا اور انھیں اب بھی اختیار ہے کہ ہمارے سوالونکا تحریری جواب دیں

عاجز ارادہ حسین احمدی نزیل قادیان -

اپنے دوستونکو اطلاع

میاں غلام رسول حجام احمدی ساکن امرتسر قلعہ بھنگیاں متصل حویلی کلکتیاں اعلی درجہ کے کھانا پکانیوالے ہیں - چنانچہ جہلم جب حضرت اقدس نشریف لیگئے تھے تو جہلم کی جماعت نے میاں غلام رسول کو امرتسر سے بلایا تھا اور انہوں نے نہایت خوبی اور قابلیت کے ساتھ اپنے کام کو سرانجام دیا تھا - احمدی جماعت میں سے جس کسی بھائی کو شادی یا کسی اور تقریب پر عمدہ کھانے پکانے والے کی ضرورت ہو تو اُسکو لازم ہے کہ وہ میاں غلام رسول صاحب کو امرتسر سے بہ نشان دپتہ مذکورہ ضرور بلوائے + اپنی جماعت کے کام کرنے والوں کی اعانت کا سلسلہ اسی طرح چلتا ہے - ایڈیٹر -

مدرسۂ تعلیم الاسلام اور احمدی قوم

مدرسہ کی ضرورتیں یوماً فیوماً بڑھ رہی ہیں جو مدرسہ کے منتظم ارکان کو حیران کر رہی ہیں اگرچہ وہ خدا تعالے پر توکل کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ خدا جو آج سال سے اسکا متکفل اور حامی رہا ہے اور جسنے محض اپنے فضل سے ایک معمولی پرائمری سکول کو ہائی سکول اور پھر کالج تک پہونچایا ہے آیندہ بھی اسکا متکفل رہیگا۔ لیکن اسباب سے پہلو مارنا اور سعی اور کوشش کرنا یہ ہمارا پہلا فرض ہے مدرسہ کے ارکان کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ میری قوم میری آواز کو سنتی اور اسپر توجہ کرتی ہے اسلیے وہ بار بار مجھے قوم کی خدمت میں ایسی اپیلوں کے لیے توجہ دلاتی رہتی ہیں اور قوم نے بھی اپنے طرز عمل سے بتا دیا ہے کہ وہ اپنے ایک عاجز بھائی کی آواز پر لبیک کہنے کو ہر وقت آمادہ رہتی ہے اسلیے مجھے بھی ہمیشہ جرأت ہو جاتی ہے کہ انکی جیبوں کو ٹٹولنے کے لیے دست سوال دراز کر دیتا ہوں۔ اور میں ہمیں کوئی عار اور شرم نہیں دیکھتا کہ اپنی قوم سے قوم کے بچوں اور مسکینوں کے لیے یا اور قومی ضرورتوں کی خاطر چندہ مانگوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ میں مانگتا ہوں محض خدا تعالی کے لیے اور اُسکے جلال ظاہر کرنیکے واسطے ہے اور جبکہ اللہ تعالے من یقرض اللہ قرضاً حسناً کہنے میں عار نہیں کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسا ہی اللہ تعالی کے برگزیدہ رسولوں نے عار نہیں سمجھی تو پھر میں خدا کے لیے مانگنے میں عار کروں تو یہ میری کمزوری ہوگی بلکہ میں اپنی واعظانہ حیثیت سے قوم کو یہ کہنے کے لیے طیار ہوں کہ اے قوم اُٹھ اور تعاونوا علی البر والتقوٰی پر عمل کرنے کے لیے کھڑی ہو جا۔

مدرسہ کی مالی حالت اسوقت بہت ہی ضعیف ہے مدرسہ پندرہ سو روپے کا مقروض ہے اور ابھی سالانہ اخراجات کا بوجھ سر پر ہے۔ پس کس قدر ضروری ہے کہ ہم لوگ اپنی ضرورتوں کو کم کرکے مدرسہ کے لیے باقاعدہ اور مستقل چندوں کے علاوہ یکمشت رقوم بطور ڈونیشن دیں اور مستقل چندوں میں اضافہ کریں۔ [illegible] والے اپنے فرض منصبی کو سوچیں ٹرسٹی دوسرے ٹرسٹی بنانیکی فکر کریں۔ اسوقت منجملہ اور ضرورتوں کے میں ایک چھوٹی سی ضرورت پیش کرتا ہوں۔ مدرسہ کے مساکین طلبہ کو ضرورت [illegible] کی کتابیں دینی پڑتی ہیں ابھی طبقہ ما کے مسکین طالب علم اور کالج کے باقی ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صرف کتابوں کا خرچ جو مساکین کو دینا پڑیگی کس قدر ہوگا۔

غرض ایسی ہی بہت سی ضرورتیں ہیں اور اساتذہ کی ماہواری تنخواہ کے ادا کرنے میں بھی مشکلات نظر آ رہے ہیں کیونکہ پہلے سے مدرسہ پندرہ سو روپیہ کا مقروض ہے۔ میں قوم کو ان اخراجات [illegible] مزید توجہ دلانے کے لیے ان مساکین کی فہرست بھی دیتا ہوں جنکو کتابیں دینی ہیں۔ اور امید کرتا ہوں کہ کم از کم یہ رقم تو بہت جلد ملنی چاہیے اور مدرسہ کے عام اغراض اور عمارت وغیرہ کے لیے قوم کو الگ فکر کرنی چاہیے اور وہ بھی بہت جلد۔ [illegible] اسکو ختم کرنے سے پہلے ایک بات اور کہنی چاہتا ہوں۔ کہ عید اضحی قریب آ گئی ہے ہر فرد کو اپنی توفیق کے موافق اس تقریب پر مدرسہ کی عام اغراض کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے۔ اور قربانی کی کھال کا مصرف مدرسہ کے مساکین کی ضروریات کو سمجھ لیں۔ اسکے لیے ایڈیٹر الحکم اپنے اخبار میں پہلے بھی تحریک کر چکے ہیں [illegible] بیں قوم کے پر جوش افراد کی خدمت میں بھیج چکا ہوں اور اب پھر اطلاع دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ قوم جیسا کہ مجھے [illegible] کہ وہ میری اس آواز کو سنے گی اور مدرسہ کی اعانت کے لیے طیار ہو جاویگی۔ عبد الکریم۔ وہ نقشہ یہ ہے

جماعت	نمبر شمار	اسماء طلبہ	[illegible]	[illegible]	سفارش ہیڈ ماسٹر	رقم سفارش	کتنی رقم کی کتابیں	کتنی رقم کی کتابیں	منظوری ڈائرکٹر صاحب
سوم مڈل	۱	[illegible]	قوم [illegible]	[illegible]	یہ لڑکا مدرسہ کا وظیفہ خوار بھی ہے مگر اسکا نتیجہ سالیانہ بہت خراب نکلا ہے اور پڑھائی میں [illegible] مناسب نہیں کہ اسکو کتابوں کی امداد دیجائے۔		موجودہ میں	نئی خریدنی پڑیگی	
دوم مڈل	۲	امیر محمد	″	۹ عہ	یہ لڑکا غریب اور محنتی ہے۔ اور کچھ کتابیں موجودہ سٹور سے بھی دیجا سکتی ہیں۔	۹ عہ	ے	للعہ	
″	۳	عبد الکریم	″	″	یہ ہوشیار محنتی اور غریب ہے۔ مولوی شیر علی صاحب نے بھی اسکی سفارش کی ہے کتابیں ملنی چاہییں۔	″	للعہ	ے	
″	۴	فضل الدین	″	″	یہ لڑکا بہت غیر حاضر رہنے والا اور کم محنتی ہے اسکو آیندہ مدد دینا دوسرے مستحقین کا حق [illegible] کرنا ہوگا۔				
″	۵	[illegible] محمد	[illegible]	[illegible]	یہ لڑکا محنتی اور ہوشیار ہے۔ پہلے اسکے والدین اسکو کچھ مدد دیتے تھے مگر اب نہیں دیتے۔ حافظ روشن علی اور اسکے اقربا اسکی کچھ مدد کرتے ہیں اسکو کتابیں ملنی چاہییں	۱			
اول مڈل	۶	امام الدین	[illegible]	شلے	یہ لڑکا غریب ہے مگر محنتی اور ہوشیار نہیں تاہم ایک سال کیواسطے اسکو کتب دیجا سکتی ہیں	معہ / مع	عـ / ۔		معہ / مع
″	۷	غلام [illegible]		۹ عـ	یہ چاروں طالب علم دینیات کی شاخ سے تبدیل ہو کر اسطرف آئے ہیں۔ وہاں سے تو فیل ہی ہوئے ہیں۔ مگر اس فیل میں لڑکوں کا چنداں قصور نہیں معلوم ہوتا اور امید ہے کہ یہاں چل سکیں گے۔				
″	۸	عبد الرحمن کشمیری		″					
″	۹	محمد [illegible]	[illegible]	″					
″	۱۰	چراغ محمد		″					
″	۱۱	محمد عبید اللہ	[illegible]	عہ	یہ [illegible] کا لڑکا ہے جسکا ذکر [illegible] بھی ہو چکا ہے دو بھائی اس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں۔ [illegible] اب علیحدہ ہو گیا ہے اب تک یہ فیس دیتا تھا اب معافی کی درخواست کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ چھوٹے لڑکے کی فیس معاف کی جاوے۔ اور کتابوں میں سے تین چار	عہ	عا	علے	

جماعت	نمبر	اسماء طلباء	قدیم یا جدید	کتنی قیمت کی کتابیں چاہئیں	سفارش ہیڈ ماسٹر	بفیصلہ سفارش	کتنی رقم کی کتابیں مطلوب ہیں	کتنی رقم کی کتابیں خرید دی جاویں گی	منظوری ڈائرکٹر صاحب
پنجم پرائمری	۱۲	منظور الٰہی احمد	قدیم	عہ	زیادہ قیمتی کتابیں اسکو سکول فنڈ میں سے دیجاویں باقی خود خریدے اس کے متعلق پچھلے سال بھی سفارش ہوئی تھی کہ اسکو کتابیں ملیں لیکن کاغذات کی ہیرا پھیری میں سال ختم ہوگیا۔	عہ	۱۲	للعہ	
”	۱۳	عطا محمد	جدید	۱عہ	یہ ہر دو طالب علم قادیان کے رہنے والے ہیں چنداں محنتی اور ہوشیار نہیں ہیں میری رائے میں انکو ایک دو قیمتی کتاب کے خرید لیکی مدد ملنی چاہیے۔	عا		عا	کوئی ضرورت نہیں
”	۱۴	فتح محمد		۱عہ		عا		عا	
”	۱۵	فضل حسین	جدید	ۓ	سائل غریب اور محتاج ہے کھانا حضرت اقدس سے ملتا ہے کتابیں ملنی چاہییں۔	ۓ		ۓ	
چہارم پرائمری	۱۶ ۱۷	عبد الحمید و عبد الجلیل پسران قدرۃ اللہ خان	جدید	۱عہ	آپ دونوں بھائیوں کو کل ۸ دظیفہ ماہوار ملتا ہے۔ اب یہ کتابیں بھی مانگتے ہیں میری رائے میں انکو بعض قیمتی کتب مبلغ ۵ تک خرید کر دیجاویں چونکہ دونوں بھائی ایک ہی جماعت میں ہیں اس واسطے بعض کتابیں یہ مشترک بھی خرید سکیں گے	صہ	۸	ہر	انکے لیے انتظام کیا جاویگا کالج کے مساکین فنڈ سے کتابیں دیجاویں
”	۱۸	محمود علی	قدیم	صہ	یہ لڑکا پہلے پانچویں جماعت کی تعلیم اپنے وطن میں پا چکا ہوا ہے اور صرف انگریزی نہیں جانتا۔ اب سستی سے چاہتا ہے کہ پھر چوتھی جماعت میں اور پانچویں میں دو سال اور گذارے اور اسیواسطے ساری کتابیں مانگتا ہے۔ مگر اسکو حکم دیا گیا ہے کہ صرف ایک جماعتوں کے ساتھ انگریزی اور دینیات پڑھ کر اگلے سال مڈل میں جا ملے لہذا اسکو واسطے فی الحال ان مضامین کی کتابیں منظور کیجاویں	عا	-	عا	
”	۱۹	محمد ابراہیم	جدید	للعہ	سائل یتیم ہے۔ جماعت احمدیہ کے ایک مخلص مرحوم ساکن پٹیالہ کا بیٹا ہے کتابیں ملنی چاہییں۔	للعہ	عہ	ۓ	
جماعت چہارم	۲۰	محمود ڈوگری	قدیم	صہ	سائل شائق دینیات کے۔ مساکین میں سے ہے محنتی ہے کتابیں ملنی چاہییں۔	صہ	عہ	للعہ	اور انتظام کیا جائے گا
”	۲۱	کرم الدین	”	”	” ” ”	”	۸	للعہ	
”	۲۲	میر محمد	”	”	” ” ”	”	-	صہ	
جماعت سوم	۲۳	محمد اسحاق ولد مولوی قطب الدین	”	عہ	سائل فرزند مولوی قطب الدین ہے جناب حضور انکے حالات واقف ہیں پہلے سے اسکو کتابیں ملتی ہیں اور قدیم مساکین میں شامل ہے رقم بہت نہیں	عہ	-	عہ	ضرورۃ نہیں
جماعت دوم	۲۴	امام دین کھہا	جدید	عا	یہ ہر سہ طلبہ مسکین ہیں کتابیں ملنی چاہییں۔	ۓ	-	ۓ	
”	۲۵	عبد الکریم	”	”					
”	۲۶	نواب بیگ	”	”					
			میزان	۱					

[illegible]

مفتی محمد صادق سپرنٹنڈنٹ وہیڈ ماسٹر ہے۔

ایڈیٹر مدرسہ کی ضروریات کو ہمارے مخدوم مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے ہمکو اسپر زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہم صرف کہنا چاہتے ہیں کہ ماہوار مستقل چندہ دینے والوں کی تعداد اس حد تک ہو جانی چاہیئے جو پانچ چھ سو روپیہ ماہوار کے اخراجات کو مکتفی ہو سکے اور ایک مستقل سرمایہ کی بنیاد ڈالی جاوے جسکو تجارت میں لگا کر اسکی آمدنی سے مدرسہ کے اخراجات کو پورا کرنیکی دوسرے وقت اس ضرورت پر اگر مناسب ہوا تو مفصل لکھینگے۔ مدرسہ کے قرضہ کا جو ذکر کیا گیا ہے یہ بوجہ بعض چندہ دہندگان کے بقایا اور توسیع عمارت کے باعث ہے۔ ایڈیٹر۔

مردم شماری پنجاب اور فرقہ احمدیہ کے متعلق خطرناک غلطی

صوبہ پنجاب اور شمالی مغربی صوبہ کی مردم شماری کی رپورٹ اسوقت ہمارے سامنے ہے اس کے صفحہ ۱۴۳ پر سلسلہ عالیہ کے متعلق پیرگراف نمبر ۲۹ میں ایک خطرناک اور قابل افسوس غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔

اس فرقہ کی تعداد کو ظاہر کرتے وقت صرف ۱۱۳ ۱۱ ایسے مردوں کی تعداد بتائی ہے جنکی عمر ۱۵ سال سے اوپر ہے اگرچہ اس تعداد میں ۱۵ سال سے کم عمر کے بچے اور عورتیں قطعًا شامل نہیں تاہم ہم اس تعداد کی صحت کو کسی حالت میں قبول کرنے کے لیے طیار نہیں ہیں اور نہ کوئی شخص جو اس فرقہ کی حیرت انگیز ترقی سے واقف ہے اس تعداد کو صحیح باور کر سکتا ہے بلکہ ہمارا یقین ہے کہ گورنمنٹ بھی اس تعداد کی صحت میں شک کرنیکی وجوہات رکھتی ہے۔ جبکہ ہفتہ وار آنے والے لوگوں کی فہرستیں مرتب ہو کر بعض ذمہ وار آفیسرز کے پاس یہاں سے پہونچتی ہیں اور ہم نے اپنے اخبار کے ذریعہ بیعت کرنے والوں کی فہرستوں کو شائع کیا ہے۔ جنمیں سے بعض اوقات کئی کئی سو آدمیوں کی فہرستیں شائع کیگئی ہیں۔

محکمۂ مردم شماری سے اس غلطی کا ارتکاب کیوں ہوا؟ ہمارے نزدیک چند ایسی وجوہات ہیں جو اس غلطی کا موجب ہوئے ہیں جنمیں سے بعض کے لیے ہم ذمہ وار ہو سکتے ہیں

اوّل - اس فرقہ کا الگ نام درج ہونے کے لیے جو اشتہارات شائع کیے گئے وہ ایسے وقت شائع ہوئے جبکہ مردم شماری کا کام شروع ہو چکا تھا اور ایسی حالت میں قریبًا ناممکن تھا کہ تمام افراد کو پورے طور پر اطلاع ہو سکتی۔ اگرچہ محکمہ مردم شماری کے ذمہ وار آفیسرز کو اس امر سے واقف کرنے کے لیے پوری مستعدی کیگئی مگر تاہم ایسی عجلت میں کیا ہو سکتا تھا۔

دوّم - محکمہ مردم شماری کیطرف سے بجائے خود کیسا ہی التزام کیوں نہ ہو لیکن یہ امر قرین قیاس نہیں بلکہ یقینی ہے کہ شمار کنندگان بوجہ اپنی کم سوادی اور کم واقفیت اور پھر کام کی کثرت اور وقت کی تنگی کے کبھی ایسی کوشش نہیں کرتے کہ پورے طور پر ہر فرقہ کی بابت دریافت کر کے لکھیں بلکہ عام قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کے نام کے ساتھ علی العموم سُنّی کا لفظ لکھدیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس امر کو تسلیم کرنے کے لیے ہمارے یورپین آفیسرز طیار نہوں مگر کام کرنیوالے دیسی صاحبان اس طرز عمل سے ناواقف نہوں گے۔ پس اندراجات میں عجلت شمار کنندوں کی کمی واقفیت اور ممبران فرقہ کا عدم علم ساری باتیں مل ملا کر اس غلطی کا باعث ہو گئی ہیں۔

ورنہ جس حال میں صوبہ بمبئی میں ۱۰۸۷ ۱۱ - اور صوبجات متحدہ میں ۹۳۱ ۱ تعداد ہے تو یہ بات کبھی قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی کہ پنجاب میں صرف ۱۵ برس سے اوپر مردوں کی تعداد ۱۱۳ ۱۱ ہی ہو۔ بحالیکہ اس فرقہ کا آغاز اسی پنجاب سے ہوا اور پنجاب ہی میں اس کے متعلق کثرت سے اشاعت ہوئی ہے۔ واقعات صحیحہ کی بنا پر یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس تعداد میں بہرحال محکمہ مردم شماری کو ایک غلطی یا دھوکا ضرور ہوا ہے۔

اس غلطی کے اسباب میں سے ممکن تھا ہم بھی ہو سکتے جبکہ یہ کہتے ہیں کہ اشتہار اس نام کے متعلق اسوقت ہوا جبکہ مردم شماری کا ابتدائی کام شروع ہوا تھا لیکن ہم اس سے بری ٹھہر جاتے ہیں جب یہ دیکھتے ہیں کہ محکمہ مذکور کیطرف سے ایک اور خطرناک اور مزیل حیثیت عرفی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے جو معمولی سہل انگاری کا نتیجہ ہے اور جس سے پایا جاتا ہے کہ اس پہلی غلطی کا پورا ذمہ وار بھی محکمہ مذکور ہی ہے۔ ورنہ ایسی بیہودہ غلطی نہ کی جاتی۔ اور وہ غلطی یہ ہے کہ اسمیں ظاہر کیا گیا ہے کہ اس فرقہ کے بانی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بحیثیت ایک مولوی کے پہلے چوہڑوں کو تبلیغ شروع کی۔ حالانکہ پنجاب کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اس قوم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں پیدا کیا محکمہ مردم شماری کے افسروں کو یہ غلطی اور دھوکا گورداسپور گزیٹیر ۱۹۱ - ۱۸۹۶ء کے صفحہ ۶۱ سے لگا ہے جہاں پہلے ہی اس غلطی کا ارتکاب ہو چکا تھا۔ اور ہمکو اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب کو اس کی اصلاح کے متعلق لکھا گیا تھا تو انھوں نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کو اسکی اصلاح کے لیے ہدایت کر دی تھی۔ پھر نہیں معلوم کہ یہ غلطی کیسے وقوع میں آئی

اس غلطی کی اصلاح بہت جلد ہونی چاہیے چنانچہ خود حضرۃ اقدس جناب میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلطی پر نوٹس لیکر ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب کو توجہ دلائی ہے ہم ذیل میں سردست اس چھٹی کو درج کرتے ہیں اور ہز آنر سر جارلس ریواز بالقابہ کی گورنمنٹ سے توقع کرتے ہیں کہ وہ بہت جلد اسکی اصلاح کر کے فرقہ احمدیہ کی قریبًا دو لاکھ پبلک کو ممنون فرمائینگے جنکے پیشوا اور امام کے متعلق ایسی غلطی ہو گئی ہے جو مزیل حیثیت عرفی ہے۔ وہ چٹھی یہ ہے۔

۱- پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ کے حصہ اول باب ۳ فقرہ ۳۹ صفحہ ۱۴۳ میں میرے متعلق لکھا گیا ہے کہ میرا پہلا کام بحیثیت ایک مولوی کے چوہڑوں کو تبلیغ کا تھا۔

۲- یہ بیان بالکل خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے اور میری عزۃ اور شہرت کو سخت نقصان پہونچانیوالا ہے۔

۳- جس شخص نے چوہڑوں کی تبلیغ کا دعویٰ کیا تھا وہ ایک بالکل الگ آدمی ہے جسکا نام امام الدین ہے جس کے اصول اسلام سے بالکل مخالف ہیں اور میں اور دیگر تمام سچے مسلمان ان اصولوں کو نفرت کی نگہ سے دیکھتے ہیں اور یہ شخص تیس سال سے زیادہ عرصہ سے میرے سخت مخالفوں میں سے ہے اور یہ بالکل بعید از انصاف ہے کہ ایک ایسے شخص کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا جائے جس سے میں سخت بیزار رہا ہوں۔

۴- چوہڑے ایک ایسی قوم ہے جو اس ملک میں جرائم پیشہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور میرا تعلق ایسی قوم سے ظاہر کرنا جو ایک بالکل بے بنیاد امر ہے میری طرف ایک ذلیل حالت کو منسوب کرنا ہے چوہڑے ایک ذلیل قوم سمجھی جاتی ہے اور اس قسم کا بیان جو مردم شماری کی رپورٹ میں ہے میری شہرت کو سخت نقصان پہونچانے والا اور میرے اور گورنمنٹ کے ہزارہا وفادار اور معزز رعایا کے لوگوں کے دلوں کو دکھ دینے والا ہے جو مجھے اپنا روحانی پیشوا اور مذہبی سرگروہ تسلیم کرتے ہیں۔

۵- میرے اصول اور تعلیم جو ابتدا سے ہی لوگوں کو سکھاتا ہوں وہ ایسے اخلاق فاضلہ سکھانے والے اور اعلیٰ مراتب روحانیت پر پہونچانیوالے ہیں کہ چوہڑے تو ایکطرف رہے وہ مسلمان بھی نہ انکو قبول کر سکتے ہیں اور نہ انھوں نے قبول کیا ہے جو ذلیل حالت میں ہیں اور جنکی اخلاقی حالتیں گری ہوئی ہیں بلکہ ایسے فہیم اور شریف انسان انکو قبول کرتے ہیں جو نہایت پاکیزہ زندگیاں بسر کرتے ہیں اور میرے پیرو وہ ہیں جنمیں کثرت سے رئیس جاگیردار معزز گورنمنٹ کے عہدہ دار سوداگر فاضل علماء

اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ مسلمان ہیں۔

۶۔ اسی قسم کا ایک بیان میرے متعلق پہلے گورداسپور گزیٹر میں کیا گیا تھا۔ لیکن جب گورنمنٹ کو اس غلطی کی طرف توجہ دلائی تو گورنمنٹ نے اپنی چٹھی نمبر ۹۳ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۱ء (عین اُس وقت جبکہ مردم شماری ختم ہو چکی تھی) ہوم ڈیپارٹمنٹ میں چھاپ دیا تھا کہ یہ فقرہ نظر ثانی کے وقت نکال دیا جاوے گا اور اسکے متعلق گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت کر دی گئی ہے

۷۔ یہ فقرہ اب ایسی کتاب میں درج کیا گیا ہے جو کہ دنیا میں معتبر سمجھی جاتی ہے اور اگر اسکی تردید معاً ہی نہ کی جاوے تو میری عزت اور شہرت کو نقصان پہونچائے گا۔

۸۔ یہی فقرہ مردم شماری کی رپورٹ کی بنا پر سول ملٹری گزٹ لاہور میں چھاپ دیا گیا ہے اور تردید نہ ہونیکی صورت میں دوسرے تمام اخبارات میں اسیطرح شائع ہو کر مجھے نقصان پہونچانے والا ہوگا اور اسطرح پر تمام دنیا کے سامنے غلطی سے میرا تعلق ایک ذلیل قوم کے ساتھ ظاہر کیا جاوے گا۔

۹۔ میں رؤسا کے ایک ایسے خاندان سے ہوں جسکی گورنمنٹ ہمیشہ عزت کرتی رہی ہے بسبب ان قابل قدر خدمات کے جو اس خاندان نے وفاداری سے کی ہیں اور میری نسبت یہ خلاف واقع بیان تمام خاندان کی شہرت اور عزت کو داغ لگانے والا ہے۔

۱۰۔ گورنمنٹ اس بیان کا جھوٹا اور بے بنیاد ہونا افسران ضلع کی معرفت تحقیق کر سکتی ہے"

آخر میں یہ الفاظ فرقہ احمدیہ کے متعلق رپورٹ مردم شماری میں لکھے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

"یہ فرقہ بڑے زور سے اس اعتقاد کو رد کرتا ہے کہ اسلام کا مہدی خونی مہدی ہوگا اور صحیح بخاری کی بنا پر جو حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ معتبر ہے یہ روایت پیش کرتا ہے کہ وہ جنگ نہیں کرے گا بلکہ مذہب کی خاطر جو لڑائیاں ہوتی ہیں انکو بند کر دے گا اپنی ضخیم تصنیفات میں مرزا صاحب نے جہاد کی تعلیم کے برخلاف بہت کوشش کی ہے اور اسبارہ میں یہ فرقہ اس فرقہ اہل حدیث کے جو افراط کیطرف چلا گیا ہے بالکل مخالف ہے۔

اطلاع

میگزین کے مارچ کے نمبر میں جو مضمون شائع ہونا تجویز ہوا تھا وہ اپریل کے رسالہ میں جو جلد ختم ہوتا ہے اور حضرت اقدس کا یہ منشا ہے کہ وہ ایک ہی رسالہ میں شائع ہو لہذا ضروری سمجھا گیا کہ مارچ و اپریل کا اکٹھا رسالہ مارچ میں شائع ہو۔ منیجر

صحیفۃ الولا پر ریمارک

نمبر دوم

گذشتہ نمبر کے پڑھنے سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ منشی واحد علی صاحب نے بینات کو چھوڑ کر متشابہات کیطرف قدم مارا ہے۔ اور ہمکو افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کی اس آیت پر ذرا توجہ نہیں کی کہ

فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة ہم

انکی نیت پر کوئی حملہ کرنا نہیں چاہتے لیکن انکا طرز عمل بتا رہا ہے کہ انھوں نے پبلک کو اگر مغالطہ میں نہیں ڈالا تو خود غلطی ضرور کھائی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ صاف اور واضح امر کو چھوڑ کر ایک پہلو کو اختیار کرتے !!!

اب منشی واحد علی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ رسالہ سکھاتا ہے کہ انسان کے بیٹے کو ابن اللہ کہنا صحیح اہتمام اور افترا ہے اور اگر متشابہات سے وہ ایسے نتائج پر پہونچ جانا غلطی نہیں سمجھتے تو پھر ہمکو اندیشہ ہوتا ہے کہ کل کو وہ قرآن کریم کی نسبت یہ ارشاد نہ کر دیں کہ یہ کتاب معاذ اللہ ماننے کے قابل نہیں کیونکہ اسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو ید اللہ کہا گیا ہے **ید الله فوق ایدیهم** میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو **قل یا عبادی** کا ارشاد ہوتا ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کیوں مخاطب کر کے کہا کہ **مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی**۔

منشی واحد علی صاحب کو اس میدان میں فی الحقیقۃ سنبھلکر قدم رکھنے کی ضرورت تھی جیساکہ اُن کے احمدی دوست نے انکو نصیحت کی تھی جسکو انہوں نے بد نیتی یا اپنی سادگی سے معکوس بد میں لے لیا۔

اسی ابنیت پر بحث کرتے ہوئے منشی صاحب نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ گویا مرزا صاحب کا شرک فی الوحدت میں مبتلا ہونا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ نتیجہ منشی صاحب نے کہاں سے نکالا ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس کی تمام تصانیف توحید کامل کو ظاہر کر رہی ہیں اور شرک فی الاسباب تک سے بھی آپ روکتے ہیں۔

شرک فی الوحدت کے ثبوت میں ایک تو آپ نے **انت منی بمنزلة اولادی** کے الہام کو پیش کیا ہے جسکی تفسیر میں ہم خود حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے کلمات طیبات طیبات پیش کر چکے ہیں اور جو ایک منصف مزاج مومن مسلمان کے لیے کافی ہیں جسکو ۹۹ وجوہ کفر کی پا کر ایک حصہ اسلام پر بھی اسلام ہی کی طرف ترجیح دینے کا ارشاد ہے۔ اور جو حسن ظن کے لیے پابند ہے۔ منشی واحد علی صاحب کے نزدیک اس قسم کے الفاظ جو اولیاء اللہ اور انبیا علیہم السلام کے کلام میں پائے جاتے ہیں نہ بطور حقیقت بلکہ بطور مجاز تو ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ انکو سرے سے اسلام ہی سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ سبحانی **ما اعظم شانی** اور **انا الحق** کہنے والے اولیاء اللہ ہی ہو گذرے ہیں اور توراۃ میں انبیا علیہم السلام اور اکابر پر ولد کا لفظ بولا گیا ہے حضرت یعقوب کو تو کہا گیا کہ اسرائیل فرزند من بلکہ نخست زادہ من است اور اسکے علاوہ اگر شطحیات کی فہرست دی جاوے تو منشی صاحب غالباً اُسے برداشت نہ کر سکینگے۔ کم از کم منشی واحد علی صاحب نے حالی صاحب کے مسدس کو تو پڑھا ہوگا معلوم نہیں کہ ع

مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

اس مصرعہ کے معنے جو انہوں نے ایک حدیث کا ترجمہ کیا ہے کیا کرتے ہوں گے؟ یا انپر بھی ایسے الفاظ بولنے کی وجہ سے فتویٰ کفر دینے کو طیار و آمادہ ہوں۔ بلکہ اس سے بھی تجاوز کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی معاذ اللہ اعتراض کر دیں۔

منشی صاحب! تمکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو پر عمل کریں اور غور کر کے بتائیں کہ آپکے اس لغو اور بیہودہ نتیجہ کا اثر کہانتک پہونچتا ہے۔

اتقوا الله! اتقوا الله!! اتقوا الله!!!

پھر آپ نے اسی شرک فی الوحدۃ کی بحث میں **انت منی وانا منك** پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ مرزا صاحب کو اللہ ہونے کا دعویٰ ہے ہم نہیں جانتے کہ ایسے کفر صریح کا اتہام ایک صادق برگزیدہ پر لگاتے ہوئے کیوں انکا دل نہیں ڈرا۔ یہ دوسرا ثبوت ہے اس امر کا جو ہم نے اپنے مخالفین کی تین غلطیاں پیش کی ہیں۔

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ کے متعلق بھی جو کچھ حضرت حجۃ اللہ نے بارہا فرمایا اور جسکو ہم نے شائع کیا ہے اگر منشی واحد علی صاحب پڑھ لیتے اور خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو ایسا اعتراض کرتے ہوئے خود انکو شرم آ جاتی مگر

افسوس تو یہ ہے کہ آریوں کو حضرت اقدس کی تصانیف اور ہمارے ہاں کے اخبارات کو پڑھتے ہی نہیں اور اپنے خود تراشیدہ خیالات کی بنا پر ایک نتیجہ نکالنے کی بیہودہ کوشش کرتے ہیں جو آخر ان کے لیے موجب ندامت ہونے کے علاوہ گناہ کا ذریعہ بنتا ہے۔ اب ہم ذیل میں وہ تشریح جو اس الہام کی خود اعلیٰ حضرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے درج کرتے ہیں اور پھر منشی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ وہ ایمان سے بتائیں کہ انکا اعتراض کہاں تک باقی رہتا ہے؟

فرمایا پہلا حصہ تو بالکل اس

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

الہام کا صاف ہے کہ توحید ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالیٰ مامور کر کے بھیجتا ہے اسکو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کرتا ہے جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے **انا منک** اسکا یہ مطلب اور منشا ہے کہ میری توحید میرا جلال اور میری عزۃ کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا۔ ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور اور شرو فساد سے بھر جاتی ہے لوگ اسباب پرستی میں ایسے فنا اور منہمک ہوتے ہیں کہ گویا خدا کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا ایسے وقت میں خدا تعالیٰ اپنے اظہار کیواسطے ایک بندہ اپنی طرف سے بھیج دیتا ہے ہندوؤں نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے یہ بھی اسی کا ہمرنگ ہے گویا خدا تعالیٰ ان کے اندر مجازی طور پر بولتا ہے۔

اس زمانہ میں اسباب پرستی اور دنیا پرستی اسی طرح پھیل گئی ہے خدا تعالیٰ پر بھروسا اور ایمان نہیں رہا۔ دہریت اور الحاد کا زور ہے جو کچھ حالت اسوقت زمانہ کی ہے اسپر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہیں عملی حالت ایسی کمزور ہو گئی ہے کہ کھلی بے حیائی اور فسق و فجور بڑھ گیا ہے یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ دلوں سے خدا پر ایمان اور اسکی ہیبت اٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہیں ورنہ یہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سوراخ میں سانپ ہے تو وہ کبھی اس میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا پھر یہ بے حیائی اور فسق و فجور اور اتلاف حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا پر ایمان نہیں رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے

اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا ہے اور مجھے مبعوث کیا اسلیے مجھے کہا

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

اور اس کے یہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس سلسلہ کی اس نے کی ہیں اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں۔

یہ امر کوئی ایسا امر نہیں کہ مشتبہ یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا کے ظہور کا آتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اسوقت گم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اسکی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا۔ اور عملی رنگ میں دنیا دہریہ ہو جاتی ہے اسوقت جس شخص کو خدا اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے وہ اسکی ہستی توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ انا منک کا مصداق ہوتا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی کے ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ سچ ہے اسکو کوئی ضرورت نہیں ہے مگر اس نے اس عالم اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہے۔ دیکھو پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جسقدر قوتیں اور طاقتیں ہیں اور ان کے تقاضے ہیں وہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں اسی طرح دنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام کے لیے اس نے بادشاہوں اور حکومت کے سلسلے کا نظام رکھا ہے جو شریروں کو سزا دیتے ہیں اور مخلوق کے حقوق ان کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔

خدا خود اتر کر تو نہیں آتا۔ حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہے اور شریر کی شرارت سے بچاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے اسی طرح روحانی نظام کے لیے بھی اسکا ایسا ہی قانون ہے سچی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفۃ بصیرۃ اور یقین پیدا ہو خدا ہی کیطرف سے آتا ہے اور اسکا مامور لیکر آتا ہے اور وہ ذریعہ ٹھہرتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کے اظہار کا۔ اور وہ اسوقت آتا ہے جب دنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی اور خدا سے دوری اور بعد ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں اور جب دنیا کی ہاتھ میں پوست رہ جاتا ہے اور مغز نہیں رہتا تب خدا اپنے کسی بندہ کے ذریعہ ظہور فرماتا ہے چونکہ اس زمانہ میں اسی نے مجھے بھیجا ہے اسلیے مجھی مخاطب کر کے فرمایا انت منی وانا منک دیکھو الحکم نمبر ۴۲ جلد ۶۔ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء (ایڈیٹر)

امام الزمان کی ڈائری

۲۲ فروری ۱۹۰۳ء

بدخوابی

ایک مخلص کی بدخوابی کے تذکرہ پر فرمایا دیکھو قرآن شریف سورۂ مزمل میں صاف تاکید ہے کہ انسان کو کچھ حصہ رات آرام بھی کرنا چاہیے اس سے دن بھر کی کوفت اور تکان دور ہو کر قوی کو اپنا خرچ شدہ مادہ بہم پہنچانے کا وقفہ ملجاتا ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی سنتہ بھی اسی کے مطابق ثابت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اصلی وانوم اس میں انسان کی مثال ایک گھوڑے کی سی ہے۔ اگر ہم ایک گھوڑے سے ایک دن اسکی طاقت سے زیادہ کام لیں اور اسے آرام کرنے کا وقفہ ہی ندیں تو بہت قریب ایسا وقت ہوگا کہ ہم اسکے وجود کو ہی ضائع کر کے تھوڑے فائدہ سے بھی محروم ہو جائیں گے نفس کو گھوڑے سے مناسبت بھی ہے۔

سیالکوٹ کے ضلع کا ایک نمبردار تھا اسنے بیعت کرنے کے بعد پوچھا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے کوئی وظیفہ بتادیں فرمایا کہ نماز کو سنوار کر پڑھو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے۔ اور اسی میں ساری لذات اور خزانے بھرے ہوئے ہیں صدق دل سے روزے رکھو صدقہ و خیرات کرو۔ درود و استغفار پڑھا کرو اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ ہمسایوں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ بنی نوع بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرو ان پر بھی ظلم نہ چاہیے۔ خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو۔ کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرا رہتا وہ محروم کیا جاتا ہے دیکھو اگر خدا ہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایکدم گزارہ نہیں۔ زمین کے نیچے سے لیکر آسمان کے اوپر تک کا ہر طبقہ اس کے دشمنوں سے بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شامل حال نہ ہو تو کیا ہو سکتا ہے دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت پر کاربند رکھے کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں۔ گمراہ کرنا۔ اور ہدایت دینا جیسا کہ فرماتا ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا پس جب اس کے ارادے گمراہ کرنے پر بھی ہیں تو ہر وقت دعا کرنی چاہیے کہ وہ گمراہی سے بچاوے اور ہدایت کی توفیق دے۔ نرم مزاج بنو کیونکہ جو نرم مزاجی اختیار کرتا ہے خدا بھی اس سے نرم معاملہ کرتا ہے۔ اصل میں نیک انسان تو اپنا پاؤں بھی زمین پر

پھونک پھونک کر احتیاط سے رکھتا ہے کہ کسی کیڑے کو بھی اُس سے تکلیف نہ ہو۔ غرض اپنے ہاتھ سے پاؤں سے آنکھ وغیرہ اعضا سے کسیکو کسی نوع کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور دعا میں مانگتے رہو۔

مرزا خدابخش صاحب مالیر کوٹلہ سے تشریف لائے تھے اُن سے وہاں کے حلیہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ انھوں نے سنایا کہ ایک شخص نے یوں اعتراض کیا۔ کہ اسلام میں جو چار بیویاں رکھنے کا حکم ہے یہ بہت خراب ہے اور ساری بد اخلاقیوں کا سرچشمہ ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ چار بیویاں رکھنے کا حکم تو نہیں دیا بلکہ اجازت دی ہے کہ چار تک رکھ سکتا ہے اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ چار ہی کو گلے کا ڈھول بنالے قرآن کا منشا تو یہ ہے کہ چونکہ انسانی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس واسطے ایک سے لیکر چار تک کی اجازت دی ہے۔ ایسے لوگ جو ایک اعتراض کو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں اور پھر وہ خود اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں میں نہیں جانتا کہ انکا ایمان کیسے قایم رہ جاتا ہے وہ تو اسلام کے معترض ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ ایک مقنن کو قانون بنانے کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ ہوتا ہے بھلا اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہے اُسے جذام ہوگیا ہے یا آتشک میں مبتلا ہے یا اندھی ہوگئی ہے یا اس قابل ہی نہیں کہ اولاد اُس سے حاصل ہوسکے وغیرہ وغیرہ عوارض میں مبتلا ہو جاوے تو اسحالت میں اب اس خاوند کو کیا کرنا چاہیے کیا اسی بیوی پر قناعت کرے۔ ایسی مشکلات کے وقت وہ کیا تدبیر پیش کرتے ہیں۔ یا بھلا اگر وہ کسی قسم کی بدمعاشی زنا وغیرہ میں مبتلا ہوگئی تو کیا اب اس خاوند کی غیرت تقاضا کرے گی کہ اسی کو اپنی پرعصمت بیوی کا خطاب دے رکھے۔ خدا جانے یہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت اندھے کیوں ہوجاتے ہیں یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مذہب ہی کیا ہے جو انسانی ضروریات کو ہی پورا نہیں کرسکتا۔ اب ان مذکورہ حالتوں میں عیسویت کیا تدبیر بتاتی ہے۔ قرآن شریف کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ انسان کو کوئی ایسی ضرورت نہیں جسکا پہلے سے ہی اس نے قانون نہ بنا دیا ہو۔ ابتو انگلستان میں بھی ایسی مشکلات کیوجہ سے کثرت ازدواج اور طلاق شروع ہوتا جاتا ہے ابھی ایک لارڈ کی بابت لکھا تھا کہ اُس نے دوسری بیوی کر لی آخر اُسے سزا بھی ہوئی مگر وہ امریکہ میں چار ہا۔

غور سے دیکھو کہ انسان کے واسطے ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں یا نہیں کہ یہ ایک سے زیادہ بیویاں کرلے۔ جب ایسی ضرورتیں ہوں اور اُن کا علاج نہ ہو تو یہی نقص ہے جسکے پورا کرنیکو قرآن شریف سے اتم اکمل کتاب بھیجی ہے +

اسی اثنا میں شراب کا ذکر شروع ہوگیا کسی نے کہا کہ اب تو حضور شراب کے بسکٹ بھی ایجاد ہوئے ہیں۔ فرمایا شراب تو انسانی شرم حیا۔ عفت۔ عصمت کا جانی دشمن ہے انسانی شرافت کو ایسا کھو دیتی ہے کہ جیسے کتنے بلے گدھے ہوتے ہیں اسکو پیکر بالکل انھی کے مشابہ ہوجاتا ہے۔ اب اگر بسکٹ کی بلا دنیا میں پھیلی تو ہزاروں ناکردہ گناہ بھی انمیں شامل ہوجایا کرینگے۔ پہلے تو بعض کو شرم و حیا ہی روک دیتی تھی اب بسکٹ لیے اور جیب میں ڈال لیے۔ بات یہ ہے کہ دجّال نے اپنی کوششوں میں تو کمی نہیں رکھی کہ دنیا کو فسق و فجور سے بھر دے مگر آگے خدا کے ہاتھ میں ہے جو چاہے کرے۔ اسلام کی کیسی عظمت معلوم ہوتی ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام پر کوئی اعتراض کیا اُس سے شراب کی بدبو آئی۔ اسکو حد مارنے کا حکم دیا گیا کہ شراب پیکر اسلام پر اعتراض کیا۔ مگر اب تو کچھ حد و حساب نہیں شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں غرض کونسی بدی نہیں جو نہ کرتے ہوں مگر با اینہمہ پھر اسلام پر اعتراض کرنیکو طیار ہیں +

۲۳ فروری ۱۹۰۳ء

(ظہر سے پہلے)

فرمایا جسطرح اللہ تعالیٰ نے فضائل میں اس قوم اسلام کو اُمت موسیٰ کا مثیل بنایا ہے ویسے ہی رزائل بھی کل وہ اس قوم میں جمع ہیں جو اُن میں پائے جاتے تھے۔ یہ قوم تو یہود کے نقش قدم پر ایسی چلی ہے جیسے کوئی اپنے آقا و مولیٰ مطاع رسول کی پیروی کرتا ہے یہود کے واسطے قرآن شریف میں حکم تھا کہ وہ دو دفعہ فساد کرینگے اور پھر انکی سزا دہی کے واسطے اللہ تعالیٰ اپنے بندے اُن پر مسلط کرے گا۔ چنانچہ بخت نصر اور طیطوس دونو نے ان لوگوں کو بری طرح سے ہلاک کیا اور تباہ کیا۔ اسکی مماثلت کے لیے اس قوم میں نمونہ موجود ہے کہ جب یہ فسق و فجور میں حد سے نکلنے لگے۔ اور خدا کے احکام کی ہتک اور شعائر اللہ سے نفرت ان میں آگئی اور دنیا اور اسکی زیب و زینت میں ہی گم ہوگئی تو اللہ نے انکو بھی اُسی طرح ہلاکو چنگیز خاں وغیرہ سے برباد کرایا۔ لکھا ہے کہ اُسوقت یہ آسمان سے آواز آتی تھی ایہا الکفار اقتلوا الفجار غرض فاسق فاجر انسان خدا کی نظر میں کافر سے بھی ذلیل اور قابل نفرت ہے اگر کوئی کتاب قرآن شریف کے بعد نازل ہونے والی ہوتی تو ضرور ان لوگوں کے نام بھی اسی طرح عباداً لنا میں داخل کیے جاتے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آخر کار بخت نصر یا انکی اولاد بت پرستی وغیرہ سے باز آکر واحد خدا پر ایمان لائی ہے اسیطرح ادھر بھی چنگیز خاں کی اولاد مسلمان ہوگئی۔ غرض خدا نے مماثلت میں طابق النعل بالنعل والا صاف معاملہ کرکے دکھا دیا ہے +

ہماری گورنمنٹ

بعض بادشاہوں کی معدلت گستری کے متعلق ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری گورنمنٹ ہم نے اسے غور سے دیکھا ہے کہ نازک معاملات میں بھی بلاتحقیق کے کوئی کارگزاری نہیں کرتی۔ بغاوت جیسے خطرناک معاملات میں تو بلاتحقیق اور فرد جرم اور ثبوت کے سوا گرفت کی نہیں جاتی تو دوسرے معاملات میں بھلا کہاں ایسا کرنے لگی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اور حکام وقت ہیں کہ اُن کے نزدیک انسان تو گاجر مولی کی طرح بنے ہوئے ہیں کسی نے شکایت کی بس پکڑا اور قتل کردیا۔ کوئی ضرورۃ نہیں کہ ثبوت کافی بہم پہونچایا جاوے یا کوئی لمبی تحقیقات کی جاوے۔ دیکھیے ہمارا مقدمہ پادری والا بھی تو ایک بغاوت کے ہی رنگ میں تھا کیونکہ ایک پادری نے جو اُن کے مذہب کا لیڈر اور گرو مانا جاتا تھا اُس نے ظاہر کیا تھا کہ گویا ہم نے اُسکے قتل کا منصوبہ کیا ہے۔ اور پھر اسپر بڑے بڑے اور پادریوں کی سفارشیں بھی تھیں مگر بلاتحقیق کے ایک قدم بھی نہ اُٹھایا گیا۔ اور آخر کار قوم کی پرواہ نہ کرکے ہمیں بری کیا گیا۔ غرض یہ بھی ہمپر خدا کا ایک فضل ہے کہ ایسی عادل گورنمنٹ کے ماتحت ہیں

دربار شام

امریکہ کے ایک انگریز کا اشتہار سنایا گیا جسمیں اُسنے لکھا ہے کہ مسیح کی دوبارہ آمد کا وقت یہی وقت ہے۔ وہ کل نشانات پورے ہوگئے جو آمد ثانی کے پیش خیمہ تھے۔ اور اس نے اس بیان کو بڑے بڑے فیلسوفوں اور فلاسفروں کی شہادتوں سے قوی کیا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس میں انکی یہ بات کہ مسیح کی آمد ثانی کا وقت یہی ہے اور اُس کے آنے کے تمام نشانات پورے

ہو گئے ہیں بالکل ہمارے منشا کے مطابق ہے۔ اور ریستی بھی ایسی ہے۔ ان کی وہ بات جو حق ہو اور جہانتک وہ راستی کی حمایت میں ہو ٹسے نہ کرنا چاہیئے یہ لوگ ایک طرح سے ہماری خدمت کر رہے ہیں۔ اُس ملک میں جہاں ہماری تبلیغ بڑی محنت اور صرف کثیر سے بھی پوری طرح سے کماحقہ نہیں پہونچ سکتی وہاں یہ ہماری اس خدمت کو مفت اچھی طرح سے پورا کر رہے ہیں۔ انھوں نے وقت کی تشخیص تو بالکل راست کی ہے مگر نتائج نکالنے میں سخت غلطی کرتے ہیں جو آنیوالے کی انتظار آسمان سے کرتے ہیں۔

اب آئے دن سنایا جاتا ہے کہ کسی نے دعویٰ کیا ہے کہ میں ہی مسیح ہوں جو آنیوالا تھا یا میں مہدی ہوں جس کا انتظار کیا جاتا تھا یہ کچھ ہمارے لیے مضر نہیں ہیں یہ تو بلکہ ہماری صداقت کو اور بھی دوبالا کر کے دکھاتا ہے کیونکہ مقابلہ کے سوا کسیکی بھلائی یا برائی کا پورا اظہار نہیں ہوسکتا۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے اور چند روزہ پانی اور جھاگ والا معاملہ کر کے دنیا سے رخصت ہوجاتے یا پاگل خانہ کی سیر کو روانہ کیئے جاتے ہیں۔ یہ ہماری صداقت پر مہر ہے۔ ہر نبی کے ساتھہ کوئی نہ کوئی جھوٹا نبی بھی آتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں چار شخص ایسے تھے۔ اسیطرح اس زمانہ کے لیے بھی لکہا تھا کہ بہت سے جھوٹے نبی آویں گے۔ سو یہ لوگ خود ہی اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔

بھلا کوئی بتاوے کہ وہ مہدی سوڈانی اب کہاں ہے یا پیرس کا مسیح کیا ہوا۔ انجام نیک صرف صادق ہی کا ہوتا ہے۔ سارے جہوٹے اور مصنوعی آخر تھک کر رہ جاتے یا ہلاک ہو جاتے ہیں + اور جھوٹھہ کے انجام کا پتہ دوسروں کے لیے بطور عبرت کے چھوڑ جاتے ہیں۔

لاہور کے آریہ پتر کا نے لکہا ہے کہ ہمارا شہید ما ہج کی ۶ ر کو ایک بزدل مسلمان کے ہاتھہ سے مارا گیا تھا اُسدن کی یادگار قائم کرنی چاہیے کہ وہ دن بڑا متبرک جاننا چاہیئے + اسپر آپ نے فرمایا کہ اصل میں ہمارے یہاں کے آریہ بھول گئے۔ انکو بھی چاہیے تھا کہ ۶ مارچ کا دن جلسہ کے واسطے مقرر کرتے اور ان لوگوں کو تو خصوصیت سے اُسدن کی تعظیم کرنی چاہیے کیونکہ لیکھرام اصل میں اسجگہ سے یہ تبرک لیگیا تھا +

ایک شخص نے امریکہ سے تمبا کو نوشی کے متعلق اُسکے بہت سے مجرب نقصان ظاہر کرتے ہوئے اشتہار دیا اُسکو آپنے سنا فرمایا کہ اصل میں ہم اسلیے اسے سنتے ہیں کہ اکثر نو عمر لڑکے نوجوان تعلیم یافتہ بطور فیشن ہی کے اس بلا میں گرفتار و مبتلا ہو جاتے ہیں تا وہ ان باتوں کو سنکر اس مضر چیز کے نقصانات سے بچیں۔ . . . . . .

فرمایا اصل میں تمباکو ایک دھواں ہوتا ہے جو اندرونی اعضا کے واسطے مضر ہے۔ اسلام لغو کاموں سے منع کرتا ہے اور اسمیں اضاعت کہ ہوتا ہے۔ لہذا اس سے پرہیز ہی اچھا ہے +

اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت جسطرح سے پیش گوئی دلاتی ہے ایسا اور کوئی سچا علم نہیں۔ معرفت کو زیادہ کرنے کا صرف یہی ایک طریق ہے۔ ہماری نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں فرمایا ہے کہ تیری صداقت کو پیش گوئی کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا۔

دیانند اور نیوگ مجھے ایکدفعہ یہ خیال آیا کہ کیا وجہ تھی کہ دیانند نے بیحیائی اور بے غیرتی کا مسئلہ نکالا جسے کوئی شریف آریہ بھی بطیب خاطر پسند نہیں کرتا بلکہ اسکا نام سنکر گردن نیچی کرلیتا ہے اور چاہ ندامت میں غرق ہو جاتا ہے۔ تو میری سمجھہ میں آیا کہ چونکہ وہ شخص بغیر بیوی کے تھا اس واسطے وہ سارے اخلاق جو بیوی کے ہونے سے وابستہ ہیں اُن سب سے وہ محروم تھا۔ غیرت اور حمیت بھی ایک بیوی والے شخص کا ہی حصہ ہے چونکہ وہ بیوی سے محروم تھا اسواسطے وہ نیوگ کی خرابی کو محسوس نہیں کرسکا اور نہ سمجھا کہ اسطرح سے میں ہزاروں شریف لوگوں کے گلے پر چھری پھیرتا ہوں۔ یہی وجہ تھی ورنہ اگر اُسکے عیال ہوتے وہ ہرگز ایسی بے غیرتی کو روا نہ رکھتا۔ اب بھی بہت سے شریف آریہ ہیں جو اُسے گلے پڑا ڈھول سمجھکر ہی صرف زبان سے مان لیتے ہیں ورنہ عملدرآمد بہت کم ہے۔

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ حضرۃ اقدس اور آپکے اہلبیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں اور اسی ہفتہ میں آپنے آریہ سماج قادیان کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر ایک رسالہ نسیم دعوۃ تصنیف فرمایا جو اپنے عالی مضامین اور جدید طرز بیان کیوجہ سے سچائی خود ایک معجزہ ہے اسکی تصنیف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول کی جو نصرۃ فرمائی ہے اُسکو الفاظ بیان نہیں کر سکتے بہرحال یہ ہفتہ خدا کی خاص برکتوں کے نزول کا ہفتہ ہے الحمدللہ آج یہ ۵ جزو کا رسالہ ایک ہفتہ کے اندر اندر تصنیف اور طیار ہو کر چھپ گیا۔

۲۔ ۲۸ فروری اور یکم مارچ کو قادیان کے سالانہ جلسہ کا اعلان ہو چکا ہے اس جلسہ کی مفصل روئداد ہم انشاءاللہ بہت جلد شائع کرینگے۔ ۲۰ فروری کی شام کو نگر کیرتن ہوا جسمیں یوگیندر پال کی ابتدائی تقریریں خطرناک اشتعال دلانیوالی اور دوسرے مذاہب خصوصاً مسلمانوں کے دل دکہانیوالی تہیں + لالہ ڈہامل اور منشی سومراج نے انکو پہلی ہی تقریر پر عقلمندی کے ساتہ روکدیا یوگیندر پال کا غیظ و غضب معلوم نہیں کیا رنگ لاتا۔ ایک اور موقعہ پر ایک خنجری بجانیوالے کے جوش نے بعض مسلمانوں کے دلونکو صدمہ پہنچایا۔ اگر حاکم علی کنسٹبل متعینہ قادیان کا عمدہ انتظام نہوتا تو ہمکو اندیشہ تہا کہ بعض سادہ دل مسلمان اپنے مذہب کی توہین نہ سن سکتے۔ ہم نہیں سمجہتے کہ آریہ سماج دوسرے مذاہب کے مقتداؤں کو گالیاں دینا اور انکی ہتک کرنا کیوں اپنے مذہب کی اشاعت کا ذریعہ سمجہتی ہے۔ بہرحال ۲۰ کو قادیان کے بازاروں میں شام کیوقت راگ و رنگ کا اچھا مجمع تہا۔

۳۔ آج آریہ سماج کے جلسہ کا پہلا دن ہے۔ ڈپٹی انسپکٹر صاحب بٹالہ نے حفظ ماتقدم اور انتظام کے لیے لالہ ٹنگی رام صاحب سارجنٹ اور چند سپاہیونکو بھیجدیا تہا۔ سارجنٹ صاحب مذکور دوران جلسہ میں اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے رہے ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ ان تمام تقریروں پر مفصل نوٹ کرینگے جو یوگیندر پال اور پنڈت رام بھجدت نے بڑے جوش دلانیوالے الفاظ میں کی تہی اور جسمیں حضرۃ اقدس امام علیہ الصلوۃ والسلام کی توہین اور گالیوں کے سوا کچہہ نہ تھا جیساکہ ہم انکی تقریرونکو (نقل کفر کفر نباشد) درج کرینگے اور گورنمنٹ کی توجہ کیلیے پیش کرینگے۔ ایسے وقت میں جبکہ اردگرد کے جاٹ اور سکہہ لاٹھیاں لیے ہوئے موجود تھے ایسی تقریر و نکا منشا کیا ہوسکتا تھا۔ ؟ سارجنٹ صاحب نے ایسے ہجوم کو دیکھکر یہ اچھا انتظام کیا کہ انتظامی جاعت کو بڑہانیکے واسطے دیہات سے چوکیدار بھی بلا لیے تہے + جلسہ میں بار بار گلے کی رگیں پھلا پھلا کر پکارا جاتا تہا کہ کہاں ہیں مرزا صاحب آئیں؟ یہ اسلیئے کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت اقدس ایسے مجمعوں میں جہاں فساد ہی احتمال نقض امن کا ہو کبھی نہیں جاسکتے اور علاوہ بریں انہوں نے کوئی درخواست مباحثہ کی نہیں کی تہی پھر وہ کیوں جاتے + اور جبکہ وہ مباحثات کو عرصہ ہوا بند کر چکے ہیں انکو بار بار پکارنا اور انکی توہین کرنا محض آئے ہوئے سکہوں کو جوش میں لانا اور بھڑکانا تہا نہ کچہہ اور۔

پنڈت رام بھجدت کی ان جوش دلانیوالی اور دل آزار تقریروں پر ریویو کرنا چاہا تہا تو انھوں نے ہمکو روکدیا اور اسی مجمع میں اعلان کیا کہ ہم حضرت اقدس کے مریدوں کے ساتھہ آج کوئی گفتگو نہ کرینگے انکو بولنے کا کوئی موقع نہ دینگے مرزا صاحب خود آئیں۔ اس سے اُمید ہے کہ ہماری دقیقہ رس گورنمنٹ صحیح نتیجہ پر پہونچے گی کہ اس مجمع کی کیا غرض تہی بہرحال ہم چونکہ مفصل روئداد لکہیں گے۔ سر دست اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

خبر سرکاری

منشی رحیم بخش صاحب قائمقام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری منٹگمری اُس عرصہ کے لیے ضلع مذکور کے افسر مال کا کام کرینگے جب تک کہ خان سلطان احمد صاحب آبادی پنجاب کی اراضیات بنجر